جشن بہاراں

از عنایہ احمد

(اس ناول کے تمام جملہ حقوق کلاسک ویب کے پاس محفوظ ہے #اس ناول کو کہیں بھی پیج۔ گروپ ویب سائٹ اور بلاگ پر وٹین یالنک میں پوسٹ کرنے کی اجازت نہیں ہے بصورت دیگر کاپی پیسٹ کرنے والے کے خلاف کلاسک ویب ہر طرح کی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتی ہے)

چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ بلند و بالا بلڈنگ رات کے اس پہر خوفناک منظر پیش کر رہی تھی۔ وہ جونہی آگے بڑھ رہا تھا نسوانی چیخ و پکار اسکو سنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز اسکو بہت مانوس لگی تھی وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا۔ وہ دیوانہ وار بھاگتا جا رہا تھا ۔نسوانی چیخوں کی آواز اسکے دل پہ ضرب کی طرح پڑ رہی تھی۔ کلیجہ پھٹ رہا تھا۔ وہ آواز کے تعاقب میں اندھا دھند بھاگتا جا رہا تھا۔ سامنے جب اسکی نظر پڑی تو وہ تڑپ اٹھا تھا۔ ہاں وہی تھی جس میں اسکی جان اٹکی ہوئی تھی۔ جو اثاثہ حیات تھی۔ اسکی

زندگی سنوارنے والی۔ جس کو محرم بنانے کی خواہش ہی مقصد حیات تھی۔ کوئی درندہ اسکو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہ رہا تھا وہ اسکی گرفت میں مچل رہی تھی۔

"کوئی ہے بچاؤ۔" التجا بلند ہوئی تھی۔ التجاؤں کا سلسلہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔ آنسوؤں سے آنکھیں تر تھیں۔

"نہیں۔۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔ میں۔۔۔ میں ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔ بے چینی سے تکیہ پہ سر پٹخ رہا تھا۔ چیختا ہوا وہ ہڑبڑا اٹھا تھا۔ ارد گرد دیکھا تو وہ اپنے کمرے میں تھا۔ چند لمحے تو سمجھ نہیں آئی۔ اتنا بھیانک خواب۔ کمرے میں ائر کنڈیشنر آن ہونے کے باوجود بھی اسکا چہرہ پسینے سے تر تھا۔

بے چینی سارے وجود میں پھیل گئی تھی ہاتھ بڑھا کر اسنے لائٹ آن کی تھی۔ تیز روشنی آنکھوں میں چبھ گئی تھی۔ بیڈ کی سائیڈ پہ پڑا موبائل اٹھایا۔ پاس کوڈ ڈال کے ہوم سکرین پہ جو چہرہ نظر آیا وہ اسکی زندگی تھا۔ کچھ سوچ کر میسج ٹائپ کیا اور سینڈ کر دیا۔

جب تک جوابی میسج وصول نہیں ہونا تھا اسکو نیند کہاں آنی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد میسج کا جواب آیا تھا۔ ساتھ ایک تصویر موصول ہوئی تھی۔ معصوم سا چہرہ جو اس وقت نیند کی وادی میں اترا ہوا تھا۔

اسنے سکون کا سانس لیا تھا۔ اور موبائل ایک طرف رکھ کے خود وضو کرنے واش روم میں گھس گیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMateria

آج گرمی اپنے عروج پر تھی۔ ابھی اپریل کا وسط چل رہا تھا مگر سورج اپنے جوبن پہ تھا۔ وہ تیزی تیزی سے قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔ اسکارف اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا۔ ڈھکے چھپے لباس میں وہ ملبوس ہاتھ میں ایک شاپنگ بیگ پکڑ رکھا تھا۔ ماتھے سے پسینہ صاف کرتے وہ ایک بڑے سے گیٹ کے سامنے رکی تھی۔ جہاں ملک ہاؤس کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ چوکیدار نے اسکو دیکھ کے دروازہ کھول دیا تھا۔

وہ سلام کرتی آگے بڑھ گئی تھی۔ وسیع راہداری جس کے اطراف میں گھاس اور پودے لگے ہوئے تھے۔ وہ سیمنٹ کی روش پہ سے گزرتی مین گیٹ کے سامنے جا رکی تھی اس سے پہلے کہ وہ اندر داخل ہوتی دائیں طرف سے کوئی چیز آ کے اسکے سر پہ زور سے لگی تھی وہ کراہ اٹھی تھی۔ اور ڈر کے نیچے بیٹھ گئی تھی۔ چوٹ اتنی اچانک اور شدید تھی کہ اسکی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ تبھی اسکو بائیں طرف سے ایک لڑکا نمودار ہوا تھا جو اس وقت شارٹس میں ملبوس تھا۔ ہاتھوں میں رنگ برنگے کئی بینڈز پہن رکھے تھے۔ بالوں کو ایک الگ سٹائل میں ہی کھڑا کیا ہوا تھا۔ وہ اپنی باسکٹ بال کو جو اس لڑکی کو سلامی پیش کر چکی تھی سائیڈ پہ رکھتے اسکے سامنے بیٹھا تھا۔

"آر یو اوکے۔۔ کزن۔۔" ولید نے اسکا ماتھے پہ دھرا ہاتھ پکڑ کے پیچھے کیا تھا۔ دانیہ دبک کے پیچھے ہوئی تھی۔

"واٹ دا ہیل۔۔ مجھے دیکھنے دو کہاں لگی ہے۔" ولید ناگواری سے بولا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"نن۔۔ نہیں۔ آپ رہنے دیں۔" وہ منمنائی تھی۔

"تم ایسے کر رہی ہو جیسے آگ نے تمہیں چھو لیا ہو۔" وہ ناگواری سے چیخا تھا۔

ہاں نامحرم کا چھونا ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے آگ چھو جاتی ہے۔ وہ اپنی چوٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اٹھ گئی تھی۔ ماتھے پہ لال نشان پڑ چکا تھا۔

"گو ٹو ہیل۔" ولید چیختا وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ شروع سے ہی دانیہ کی ان حرکتوں سے چڑتا تھا۔ یہ ان کے باقی کزنز سے بہت مختلف تھی اپنے آپ میں رہنے والی۔ خود کو سنبھال سنبھال کے رکھتی تھی۔

جب کہ باقی سب من موجی، وقت کے ساتھ زمانے کے ساتھ چلنے والے۔ اسلیے اکثر اسکو بڈھی روح کا خطاب دے چکے تھے۔ مگر وہ پھر بھی نہ بدلی تھی۔

وہ شاپر پکڑتی اندر داخل ہوئی جہاں وہ جلتا بھنتا گیا تھا۔ سامنے محفل لگی ہوئی تھی ۔ پھوپھو اور دادی کے ساتھ ولید بھی وہی بیٹھا ہوا تھا۔ ولید دادی کے ساتھ صوفے پہ بیٹھا کم لیٹا زیادہ ہوا تھا ببل چباتے ہوئے موبائل پہ انگلیاں چل رہی تھی اور زبان حاضرین کی باتوں کے جواب پہ چل رہی تھی۔

"لیں دے دی ہے انٹری زمانہ قدیم نے۔" ولید کے زبان دانیہ کو دیکھ کے پھسلی تھی۔

"اسلام علیکم۔" دانیہ نے سبکو سلام کیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"وعلیکم اسلام۔ آؤ دانی بیٹا۔" پھوپھو سنیعہ نے اسکو دیکھ کے بازو پھیلا دیئے تھے۔ وہ ان سے پیار سے ملی تھی اور پھر وہ دادی کی طرف مڑی۔

"دادو آپ نے کب گھر آنا ہے؟؟ میرا بلکل نہیں دل لگتا گھر۔" دانیہ روہانسی ہوئی۔

"ایکسکیوز می۔ میری نانو نے تمہارا دل لگانے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔ ہمارا بھی ان پہ کوئی حق ہے۔" ولید پھر میدان میں کودا تھا۔

"دادو۔۔" وہ شکوہ کناں نظروں سے دادی کو دیکھ کے بولی تھی۔

"ارے دانی کیوں دل چھوٹا کرتی ہو۔ میں آجاؤں گی گھر۔ بس یہ ولی ضد کرنے لگ گیا تھا تو میں رک گئی۔" دادی نے اسکو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"احسان اور فاطمہ کیسے ہیں۔" دادو نے اپنے بہو اور بیٹے کے بارے میں پوچھا تھا۔

"جو دونوں ہی آپکو مس کرتے ہیں۔ اور اذلان اپنے ایگزامز میں مصروف ہے آجکل۔" دانیہ نے تفصیل بتائی تھی۔

تبھی ولید کا موبائل بج اٹھا تھا۔ اور دانیہ باتوں میں مصروف ہو چکی تھی۔

"ماما۔۔ آئی ایم کوائنگ آؤٹ ود مائے فرینڈرز۔۔ سی یو سون۔" ولی نے دانیہ سے بات کرتی ہوئی ماما کو اطلاع دی تھی۔ تبھی اسکا ہاتھ میں پکڑا موبائل پھر بج اٹھا تھا۔

"ہائے لیزا۔۔ کمنگ ڈیئر۔۔ اوکے بائے۔۔" گاڑی کی چابی اٹھاتے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اور دانیہ کے دل میں آیا کہ وہ اپنی پھوپھو سے پوچھ ہی لے آج وہ اسکو

https://www.classicalurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

اسطرح اول جلول رہن سہن سے ٹوکتی کیوں نہیں۔۔ پھر وہ اپنی سوچوں کو جھٹکتی دادی کی متوجہ ہو گئی تھی۔

کیمپس میں ہر روز کی طرح گہما گہمی عروج پر تھی۔ ہر کوئی اپنی لائف میں مگن تھا۔ ہر ایک پہ الگ دھن سوار تھی۔ دانیہ نے روز کی طرح آج بھی سر کو حجاب کے ساتھ ڈھانپا ہوا تھا۔ سٹائلش سے کرتے میں ملبوس نرم و نازک کم عمری کلی ہی معلوم ہو رہی تھی۔ مگر وہ اپنے آپکو سمیٹ کے رکھنے کی قائل تھی۔ وہ اپنے دھیان میں چل رہی تھی تبھی ڈیپارٹمنٹ کی طرف مڑتا ہوئے اسکی ٹکر لیزا سے ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی سامنے سے آتا ولید اسکو کلائی سے تھام گیا تھا۔ دانیہ ٹکر سے زیادہ ولید کی گرفت سے گھبرا گئی تھی۔

ولید نے بھی اسکا گھبرانا نوٹس کیا تھا اور اسکو ایک زبردست گھوری سے نوازا تھا۔ اور اسکا ہاتھ چھوڑ دیا تھا نتیجتاً وہ دیوار سے جا ٹکرائی تھی۔

"کانٹے نہیں لگے مجھے۔ گرو۔۔ بہت شوق ہے ناں گرنے کا۔۔" ولید نے اسکو خونخوار نظروں سے گھورا تھا۔ اسکو ہمیشہ دانیہ کے اس رویے سے شدید غصہ آتا تھا۔ اور لیزا کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"آر یو آل رائٹ۔؟؟۔" ولید نے لیزا سے پوچھا تھا جو اس وقت جینز اور شرٹ میں ملبوس دانیہ کو کھا جانی والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"آئی ایم۔ اوکے۔۔ ڈونٹ یو وری۔۔" لیز اولید کی اس توجہ پہ نہال ہوتے کہہ رہی تھی۔

"اینڈ یو۔۔ آنکھیں کدھر ہوتی ہیں۔۔ چلنا نہیں آتا تو یونی کیا لینے آتی ہو منہ اٹھا کے ۔۔" لیز اپھٹ پڑی تھی۔ اور دانیہ ایک ہاتھ سے اپنی کلائی کو تھامے چپ چاپ کھڑی تھی۔

"لیٹس گو لیز ا۔" ولید نے جھنجھلاتے ہوئے کہا تھا اور لیز ا کو لیتے آگے بڑھ گیا تھا۔

دانیہ کی آنکھوں میں آنسو تیر گئے تھے اور سفید رنگ سبکی سے اب گلابی ہو گیا تھا۔۔

تبھی پشت سے آنے والی آواز پہ دانیہ نے آنسو پیے تھے۔۔

"اسلام علیکم۔۔" ہشاش بشاش سے آواز آئی تھی۔

"وعلیکم اسلام۔ آج دیر سے کیوں آئے۔۔" دانیہ خود پہ کنٹرول کرتی آواز پہ مڑی تھی۔ آنے والا دانیہ کا ماموں زاد فیض تھا۔

"گویا ہماری کمی کوئی محسوس کر رہا تھا۔۔" فیض نے اسکو چھیڑا تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں۔ چلیں لیٹ ہو رہے ہیں کلاس کے لیے۔۔" دانیہ نے گھورا تھا۔

"چلو بلی۔" فیض نے ہنستے ہوئے گھڑی پہ نظر دوڑائی جو واقعی ہی لیٹ ہونے کا چیخ چیخ اعلان کر رہی تھی۔ اور دانیہ کی کلائی پکڑے آگے بڑھ گیا تھا۔ یہ منظر کسی کی آنکھوں میں چبھا تھا۔

https://www.classicalurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

احسان اور سنیعہ زینت بیگم کی دو اولادیں تھیں۔ زینت بیگم کے شوہر بشارت کا انتقال انکی شادی کے دس سال بعد ہو گیا تھا۔ انکے بعد اکیلے ہی بچوں کی پرورش کی تھی۔ انکا خاندانی کاروبار تھا جس سے انکو زیادہ مالی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا ۔ آفس میں مینجر عطاالرحمن صاحب ایک ایماندار انسان تھے جنہوں نے انکا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ اور جیسے ہی احسان پڑھائی سے فارغ ہوا زینت نے خود کو کاروباری مسائل سے نکال کے سارا کام اپنے بیٹے کے ہاتھ میں سونپ دیا تھا۔ جس نے سب کچھ عقل مندی سے سنبھال لیا تھا۔

زینت بیگم نے اپنے بچوں کو کم عمری میں ہی بیاہ دیا تھا۔ دونوں بچوں کی شادیاں شہر میں ہی ہو گئیں تھیں۔ وہ دونوں بھی اپنی زندگیوں میں مطمئن تھے۔ احسان صاحب اور فاطمہ بیگم کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑی بیٹی منہا تھی جسکی شادی اسکے کلاس فیلو سے ہو گئی تھی۔ اس سے چھوٹی دانیہ تھی اور سب سے چھوٹا معیز تھا۔ سنیعہ اور مصطفی کی کل کائنات انکے دو بچے احمر اور ولید تھے۔ احمر ایک فرم میں اچھی پوسٹ پہ تھا۔ سنیعہ کی دوست کی بیٹی سے اسکی بات طے ہو چکی تھی۔ جبکہ ولید صاحب ابھی اپنی زندگی کو نجوائے کرنے بلکہ بقول مصطفی صاحب کے بے جا انجوائے کرنے میں مصروف تھے۔

ولید جلا بھناماں کے حکم کی تعمیل کے لیے احسان صاحب کے گھر کا گیٹ عبور کر آیا تھا۔ سامنے کا منظر اسکو مزید بھڑکانے کے لیے کافی تھا۔ دانیہ لان میں شور مچاتی بھاگ رہی تھی اور فیض اسکو پانی کی بالٹی ہاتھ میں لئے بھگونے کی چکر میں پیچھے بھاگ رہا تھا۔ دھوپ کی تمازت سے سفید رنگت سرخی مائل ہو چکی تھی۔ ڈوپٹہ جو ہمہ وقت سر پہ رہتا تھا اب ایک طرف ڈھلکا ہوا تھا۔ اور چہرے سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی کچھ وہ تھی کم عمر۔ گلابی رنگ کے کھلے فراک میں اس وقت نازک کلی لگ رہی تھی۔ ولی تو فیض اور دانیہ کی بے تکلفیوں پہ دانت پیس کے رہ گیا تھا۔

ہوش تو تب آیا ولی کو جب فیض اسکو کلائی سے پکڑ چکا تھا اور اپنے بچاؤ کے لیے فیض کے سینے پہ ہاتھ مارتی اسکی گرفت میں مچل رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں۔" وہ ایک لمحہ ضائع کئے بنا آگے بڑھا تھا اور انکے سر پہ جا کے گر جاتا تھا۔ وہ دونوں چونکے تھے۔ دانیہ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔

"ارے تم ولید۔۔ آؤ تم بھی۔ ہم اتنا انجوائے کر رہے ہیں۔" فیض نے کہا تھا۔

"وہ تو میں ملاحظہ کر چکا ہوں انجوامنٹ کے مناظر۔۔ مگر میں یہاں انٹرٹیمنٹ کے لیے نہیں آیا۔۔" ولی نے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے نگاہوں کا مرکز دانیہ کو بنایا تھا۔ جو ولی کی آمد سے جھنجھلا گئی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"زمانہ قدیم۔۔ارے نہیں نہیں اب تو آپکو زمانہ جدید کہنا بہتر ہو گا۔اگر آپکو فراغت نصیب ہو گی ہو تو ماما آپکو بلا رہی ہیں۔میں اندر جا رہا ہوں پانچ منٹ میں حلیہ درست کر کے آجاؤ۔" ولید کہتا آگے بڑھ گیا تھا۔

"اسکو کیا ہوا ہے؟" فیض نے ولی کی پشت کو دیکھتے ہوئے دانیہ سے پوچھا تھا۔

"یہ ایسے ہی ہیں۔میں زرا چینج کر لوں۔پھوپھو نے بلایا ہے خیر ہو۔" دانیہ فیض کو کہتے خود بھی اندر کی طرف بڑھ گئی جہاں سے ابھی ولی اندر گیا تھا۔جانتی تھی اگر وہ زرا بھی لیٹ ہوئی تو کیسا واویلا مچا دے گا۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ بغیر کسی پیغام کے نیچے لان میں تھی جہاں وہ فیض اور ماما کے ساتھ بیٹھا ٹھنڈے مزاج کے ساتھ ٹھنڈا جوس پی رہا تھا۔

"بس میرے ساتھ ہی آگ اگلنی ہوتی ہے۔" دانیہ نے سوچا تھا۔اس وقت وہ بلیک پلین شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا۔وائٹ سنیکرز پہنے ہوئی تھے پینٹ کو تھوڑا سا فولڈ کیا تھا۔ہاتھوں میں گھڑی اور ایک بینڈ تھا۔بالوں کو ایک سٹائل سے سیٹ کیا ہوا تھا جو اسکو بہت بھاتا تھا۔

"چلیں ممانی اجازت دیں۔مما ویٹ کر رہی ہونگی۔" دانیہ کو کھڑا دیکھا تو ولید اجازت لیتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ایک اچٹتی نظر اس پہ ڈالتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔دانیہ ماں کو خدا

حافظ بولنے اور جلدی آنے کی یقین دہانی کرواتے باہر نکلی تھی جس میں دو منٹ اور تیس سیکنڈ بآسانی لگ گئے تھے۔ وہ گیٹ کے پاس کھڑا شدید غصے میں تھا۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ۔ مہارانی صاحبہ اگر نہیں تھا جانا تو اپنی پھوپھو کو کہہ دیتی کال کر کے کہ آپ آج بہت مصروف ہیں فیض صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔" وہ اب شروع ہو چکا تھا۔

"فیض کا یہاں کیا ذکر۔ اور میں چل تو رہی ہوں اب۔" دانیہ بھی اسکے بلاوجہ غصہ ہونے پہ چڑتے ہوئے بولی تھی۔

"مہربانی ہو گی اگر جلدی چل پڑیں آپ۔۔ میں گاڑی لے کے نہیں آیا۔ اور ویسے بھی مجھے اور ہزاروں کام ہیں۔" ولید نے اس دوشیزہ کے چہرہ پہ نظر دوڑاتے ہوئے کہا تھا۔

"تو آپ نہ آتے۔۔ میں خود آجاتی۔" دانیہ نے اسکو حل بتایا تھا۔

"میں بھی کوئی شوق سے نہیں تھا آیا۔۔ ماما کے ڈانٹنے پہ ہی آیا تھا کہہ رہی تھی بچی اکیلی کیسے آئے گی۔۔ انکو یہ نہیں پتہ بچی خاصی ایڈوانس ہو چکی ہے۔" ولید نے گیٹ سے باہر قدم رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا ایڈوانس ایڈوانس کی رٹ لگی ہوئی ہے میں ایسا بھی کیا کر دیا ہے۔" دانیہ نے اعتراض بلند کیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"بات سنو۔۔ یہ جو تم بات بات پہ جواب دینے لگ گئی ہوں ناں۔ شدید غصہ آتا ہے مجھے۔ پہلے تو تمہارے منہ میں زبان نہیں تھی ہوتی۔ یہ فیض صاحب کے جو تم پہ فیض ہو رہے ہیں ناں ان پہ کنٹرول پالو۔ تم زمانہ قدیم ہی اچھی لگتی ہو۔" ولید کو پتہ نہیں کیوں اتنی تپ چڑ چکی تھی۔

"دیکھیں مجھے اس نام سے مت بلایا کریں۔" دانیہ کو اس سارے جملے میں اس بات پہ اعتراض ہوا تھا۔ وہ منہ پھلا کے بولی تھی۔

"اچھا۔۔۔ کس نام سے۔" ولی اور وہ اس وقت سڑک کے کنارے چل رہے تھے ۔ دونوں کے گھر واکنگ ڈسٹنس پہ ہی تھے۔ وہ منہ پھلاتی پسینہ صاف کر رہی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔

"یہی۔۔ جو۔۔ کچھ دیر پہلے آپ کہہ رہے تھے۔ یہ بھی بھلا کوئی نام ہوا۔" منہ پھلائے وہ چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی ایک پل کو ولید اس منظر میں کھویا تھا۔

"کاش کہ میں گاڑی لے کے آتا۔" ولید جھنجلایا تھا۔

"بس تھوڑا سا ہی رہ گیا ہے گھر اب تو۔۔ میں تو پیدل آنے جانے کی ہی عادی ہوں ۔" دانیہ نے کہا تھا ساتھ ہی پاؤں سے پتھر ٹکرایا تھا اس سے پہلے کے وہ زمین بوس ہوتی ولی نے اسکو پکڑا تھا۔

سیدھے ہوتے دانیہ نے اپنا بازو چھڑوایا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMateria

"یقین کرو زہر لگتی ہو مجھے یہ حرکت کرتی۔ اگلی بار میری سامنے جہاں مرضی گرنا بچاؤ گا نہیں میں۔ فیض جب تمہیں چھوتا ہے تب تو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔" وہ بیچ سڑک میں کھڑا باز پرس پہ اتر آیا تھا۔ دانیہ تو بھونچلا گئی تھی۔ نچلا ہونٹ بری طرح دانتوں سے چبا رہی تھی۔

"آپ غلط بات کر رہے ہیں۔ فیض کو ہر بات میں کیوں لے کے آتے ہیں آپ۔" دانیہ کو اعتراض تھا جس کا ثبوت اسکی شہد رنگی آنکھوں میں تیرتا پانی تھا۔

"اور تم ہر بات میں اسکی حمایت کیوں کرتی ہوں۔" ولی کی آواز بلند ہوئی تھی۔

"دیکھیں ہم بیچ سڑک میں کھڑے ہیں۔ لوگ کیا سوچیں گے۔" دانیہ منمنائی تھی۔ اور ارد گرد نظر دوڑائی تھی جہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ اتنی گرمی میں کوئی پاگل ہی ہوتا جو ان سر پھرے لوگوں کی لڑائی سے لطف اندوز ہونے یہاں آتا۔

"مجھے کیا میری بلا سے۔۔ نہ تو میں جیلس ہوں تمہارے اس فیض سے۔ جو مرضی کرو۔۔ مگر میرے سامنے یہ معصوم بننے کی ایکٹنگ مت کیا کرو۔ آئی سمجھ۔ چلو۔" ولید کہتا اسکا بازو پکڑے اسکو اپنے ساتھ لئے تیز تیز گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

مصطفی ہاؤس میں آج خوشی کا ماحول تھا۔ دانیہ اس خوشی میں سب سے آگے آگے تھی۔ سنیعہ احسان بھائی کی فیملی کو پہلے ہی مدعو کر چکی تھی کیونکہ بھائی کے بغیر انکی خوشی ادھوری ہوتی تھی۔ ولید کا ددھیال اور ننھیال سارا ہی اکٹھا ہوا تھا۔ احمر کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی۔ دانیہ تو احمر کے سر ہوئی پڑی تھی کہ ٹریٹ دیں۔ ٹھیک بیس دن بعد احمر

اور فلزہ کی شادی طے پا گئی تھی۔ فلزہ سنیعہ کی دوستی کی بیٹی تھی۔ سلجھی اور دھیمے مزاج والی لڑکی تھی۔

ولید صاحب اپنے ددھیال والوں کے ساتھ الگ محفل جمائے بیٹھا تھا۔ اس دن کے بعد ولید کا اس سے سامنا نہ ہوا تھا۔ وہ اپنے دوستوں میں ہی مصروف رہتا تھا۔ بڑے الگ محفل جمائے بیٹھے تھے انکے قریب ہی احمر اور دانیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ احمر کو شروع سے ہے دانیہ بہن کی طرح عزیز تھی۔ سادی اور معصوم سی تھی۔ اسے آج بھی یاد تھا کہ جب وہ چھوٹی ہوتی تھی تو کیسی احمر اسکو اٹھائے پھرتا تھا۔ اسکے نازونخرے اٹھاتا تھا۔ آج بھی وہ ویسے ہی اپنے لاڈ اٹھواتی تھی احمر سے۔

"احمر بھیا۔" دانیہ کی ہلکی سی آواز ابھری تھی۔

"جی گڑیا۔" احمر نے موبائل سے نظریں اٹھا کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ تو اسکی آنکھوں میں نمی دیکھ کے پریشان ہو گیا تھا۔

"دانی بیٹا میں مذاق کر رہا تھا۔۔ چلو اٹھو تم ابھی ٹریٹ لے لو جہاں کہو گی۔ مگر رونا نہیں۔" احمر نے اپنائیت سے کہا تھا۔

"میں ٹریٹ کے لیے نہیں رو رہی۔" دانیہ نے منہ بسورا تھا۔

"تو پھر کیا ہوا ہے ؟؟" احمر الجھا تھا۔

"آپ شادی کے بعد بدل تو نہیں جائے گے ناں ؟؟ وہی پرانے احمر بھائی رہے گے ناں ۔۔" دانیہ احمر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی کیونکہ بھائی نہیں کھونا چاہتی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ارے پاگلی۔ تم نے ایسا سوچا بھی کیسے۔ بھلا احمر اپنی گڑیا کو بھول سکتا ہے۔" احمر نے اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے ساتھ لگایا تھا۔ تو وہ روتے ہوئے ہنس پڑی تھی۔ عجیب دھوپ چھاؤں کا منظر اس دوشیزہ کے مکھڑے پہ ابھر ڈوب رہا تھا۔

"ماما دیکھ لیں اپنی بیٹی کے کام۔ رو رہی ہیں کہ کہی ان محترمہ کا احمر بھیا شادی کے بعد بدل نہ جائے۔" احمر نے ہنستے ہوئے اسکی ناک کھینچی تھی۔

"ارے میری بیٹی تو کیوں پریشان ہوتی ہو اگر اسنے ایسی کوئی کوشش کی بھی تو ہم دونوں مل کے اسکا حشر برا کر دے گے۔" سنیعہ اسکو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ تو دانیہ نے زور زور سے ہاں میں سر ہلایا تھا سب اسکے اس انداز پہ ہنس دیئے تھے۔

مئی کی گرمی کی شدت آج ٹھنڈی ہواؤں سے قدرے کم ہوئی تھی۔ صبح سے ہی موسم ابر آلود تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو طبیعت پہ اچھا اثر ڈال رہی تھی۔ انسان تو انسان پرندے بھی اس تبدیلی پہ خوش نظر آ رہے تھے۔ یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس پہ بھی یہ موسم چھا گیا تھا۔ ٹولیوں کی صورت میں ہر طرف سٹوڈنٹس پھیلے ہوئے اس موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان میں سے ہی ایک گروپ ولید مصطفی کا تھا جو یونیورسٹی کا جانا مانا گروپ تھا۔ اس وقت وہ اپنے گروپ میں بیٹھا اپنی خوبصورت آواز کا جادو جگا رہا تھا۔ جس پہ حسینائیں آہیں بھر بھر کے آدھی رہ گئی تھیں۔ ہر دوسری

لڑکی کا خواب یہ امیر زادہ تھا۔ وہ اپنی ازلی اول جلول حلیے میں بے فکر بیٹھا اس ماحول کو مزید گرما رہا تھا۔ دانیہ ٹھنڈی آہ بھرتی اس منظر سے نظریں چراتی آگے بڑھ گئی تھی۔ آج بھی دل میں یہ ہی سوال ابھرا تھا ہر بار کی طرح۔

"یہ نا جانے کس پہ چلے گئے ہیں۔" ان کے خاندان میں کوئی اتنا من موجی نہ تھا جتنا یہ انسان تھا۔ مگر وہ صرف سوچ سکتی تھی۔ اس سے کہنے کی ہمت نہ تھی اسے اور نہ ہی ضرورت۔ مگر وقت کے ساتھ ضرورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ کون جانے اب کیسا وقت کس پہ آنے والا ہے۔

احمر دانیہ کو کچھ بھی بتائے بغیر گاڑی میں بٹھا یا لایا تھا۔ وہ پوچھتی رہ گئی تھی۔

"آخر ہم جا کہاں رہے ہیں۔؟" دانیہ نے کوئی بیسوں بار یہ سوال پوچھا تھا۔

"گڑیا اتنی جلدی تم کیسے بھول گئی؟؟ مجھے تم سے یہ امید تو نہ تھی۔" احمر نے اسکے سر پہ ہلکی سی چپت لگائی تھی۔

"احمر بھائی۔ بتا دیں ناں پلیز۔" دانیہ نے اصرار کیا تھا۔

"کیوں بتاؤں میں۔ تم مجھے کہتی ہو کہ میں نے شادی کے بعد بدل جانا ہے تم تو خود ابھی سے بدل گئی ہو۔ اتنا اہم دن بھول گئی ہو۔" احمر نے اسکو کہا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"آخر کون سا دن ہے۔۔نہ تو آپکی سالگرہ ہے۔نہ میری ہے۔۔بلکہ ہماری فیملی کے کسی بھی ممبر کی آج برتھ ڈے نہیں ہے۔نہ کسی کا رزلٹ آنا تھا آج تو پھر۔۔" وہ انگلیوں پہ گنتی اندازے لگا رہی تھی۔

"ہاہاہا۔دانی اپنے ننھے سے دماغ پہ اور زور ڈالو زرا۔ آج ڈیٹ کیا ہے بھلا۔۔" احمر نے اسکا روہانسی چہرہ دیکھ کے کہا تھا۔

"آج ڈیٹ تو۔۔ہاں ڈیٹ تھرڈ مئی ہے۔" دانیہ نے موبائل سے دیکھتی ہوئے کہا تھا۔

"ہاں تھرڈ مئی تو ہے۔تو کیا ابھی بھی یاد نہیں آیا۔۔۔" احمر نے اسکو گھورا تھا اب۔۔

"تھرڈ مئی۔۔۔۔مطلب کہ۔۔۔ہاں ہاں سنیعہ پھوپھو اور مصطفی انکل کی اینورسری ۔۔۔اوہ میں کیسے بھول گئی۔۔۔" دانیہ پرجوش ہوا ٹھی تھی۔

"جی بلکل۔۔اب ہم انکے لیے سرپرائز پارٹی پلان کر رہے ہیں تو شاپنگ تو لازمی ہے ناں۔۔اب آئی سمجھ۔" احمر نے اسکو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"رئیلی میں اتنی بدھو ہوں۔بھول کیسے سکتی ہوں۔" دانیہ کو خود پہ غصہ آیا۔

"آج پتہ چلا ہے تمہیں۔" احمر نے اسکو کہا تھا۔اپنی مذاق اڑائے جانے پہ وہ چیخی تھی۔احمر ہنس دیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

چند منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ ایک مال میں پہنچ گئے تھے۔ احمر دانیہ کو لے کے سیکنڈ فلور پہ آ گیا تھا۔ سامنے ہی بیزار کھڑا ولید نظر آیا تھا۔ اسنے بھائی کو دیکھ کے ہاتھ ہلایا تھا۔

"یہ بھی شاپنگ کے لیے آئے ہیں کیا؟؟" دانیہ اسکو دیکھ کے گڑبڑائی تھی۔ اس دن کی بحث کے بعد اب ملاقات ہو رہی تھی۔

"جی بلکل۔" احمر نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"یار بھائی کب سا ویٹ کر رہا ہوں۔ کہاں رہ گئے تھے۔" ولید نے دانیہ کو اگنور کرتے ہوئے بھائی سے پوچھا تھا۔

"سانس لو۔۔ بس دانیہ کو پک کرنے میں تھوڑا وقت لگا۔" احمر نے کہا تھا۔

"انکی آمد کوئی اتنی ضروری بھی نہیں تھی۔" ولید نے ناگواری سے کہا تھا۔ دانیہ اس عزت پہ پہلو بدل کے رہ گئی تھی۔

"بلکل ضروری تھی۔ ماما کو بلکل اچھا نہیں تھا لگنا اگر اس سرپرائز میں انکی بیٹی شامل نہ ہوتی۔" احمر نے کہا تھا۔

"اگر اسکی شان میں قصیدے پڑھ لیں ہیں تو چلیں بھائی۔" ولید کے لہجے میں اب بھی ناگواری تھی۔

پھر سارا وقت ولید دانیہ کی رائے کے الٹا کرتا رہا تھا۔ جو چیز دانیہ کو پسند آتی وہ ریجیکٹ ہو جاتی تھی اور وہ اپنی پسند کی ہر چیز لے رہا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"مجھے کیوں لایا گیا تھا پھر ساتھ۔" دانیہ نے اب احتجاج بلند کیا تھا۔

"میں ہرگز نہیں تھا لایا۔" ولید کہاں کم تھا۔

"ولید اب تمہاری آواز نہ آئے۔ اب ساری شاپنگ دانیہ کی پسند کی ہو گی۔" احمر نے اب کے ولید کو ڈپٹا تھا۔ ولید کو ہار ماننی پڑی تھی۔ پھر وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں دانیہ پہ غصہ انڈیل رہا تھا جس کی اس وقت دانیہ کو کوئی پروانہ تھی۔

لان کو پوری طرح سے روشنیوں میں نہلایا گیا تھا۔ ہر طرف رنگ و بو کا ماحول تھا ۔ مہمانوں کی چہل پہل تھی۔ سنیعہ اور مصطفی اس سرپرائز پہ کھل اٹھے تھے۔ دانیہ کے گھر والوں سمیت فیض نے بھی محفل میں شرکت کی تھی۔ فیض کی شرکت کسی ایک پہ بہت گراں گزری تھی۔ دانیہ بلیک کلر کی لانگ فراک پہنے ہوئی تھی۔ بلیک باریک سٹف کے ڈوپٹہ پہ نفیس سا کام ہوا تھا میک اپ میں صرف لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی۔ ڈوپٹہ ایک طرف کندھوں پہ ڈالا ہوا تھا۔ گلابی رنگت جگمگا رہی تھی۔۔ محفل عروج پہ تھی۔ ولید اپنے دوستوں کے ساتھ ایک کونے میں رکھی ٹیبلز میں بیٹھا ہوا تھا۔ کھانا سرو ہو چکا تھا۔ کچھ ہی دیر میں محفل کی رونق ماند پڑنا شروع ہو گئی تھی مگر ولید کے دوست وہی بیٹھے گپیں لگا رہے تھے۔ کب سے چپ بیٹھا ولید کا دوست فرحان بول ہی پڑا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"یار یہ بلیک سوٹ والی تتلی کون ہے۔" فرحان نے دانیہ کو خاص نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ ولید کی کزن ہے۔۔ اپنی یونی میں ہی پڑھتی ہے۔" لیزا نے ناگواری سے کہا تھا۔ جو ولید کے پہلو میں سلیو لیس شرٹ اور پلازو میں ملبوس جمی بیٹھی تھی۔

"میں نے اسکو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔۔ کس قدر بیوقوف ہوں میں۔" لیزا کو آنکھ مارتے ہوئے فرحان نے کہا تھا۔ ولید کا رنگ بدلا تھا۔

"یار ولید میری سیٹنگ ہی کروادو اس سے۔۔ اسکو دیکھ کے گرل گرینڈ والی فیلنگز آ رہی ہیں۔" فرحان نے اب تمام حدیں پار کرتے ہوئے ولید کو چھیڑ دیا تھا۔

"بس۔۔ بکواس بند کرو۔۔۔ اگر ایک بھی لفظ تمہارے منہ سے اور نکلا تو یہاں دفن کر دونگا۔۔" ولید کا زناٹے دار تھپڑ اسکو چپ کروا چکا تھا۔ ولید سرخ آنکھوں سے اسکو گھور رہا تھا۔

"ولید تم ہوش میں تو ہو۔۔" لیزا نے ولید کے ہاتھوں سے فرحان کا گریبان چھڑوایا تھا۔ جو اسکو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ مہمانوں کی گہما گہمی بھی کم چکی تھی کچھ وہ ایک الگ کونے میں تھا کوئی بھی انکی طرف متوجہ نہ تھا۔

"تم نے اسکی خاطر مجھے تھپڑ مارا۔۔۔ اپنے دوست کو۔۔" فرحان نے خونخوار نظروں سے ولید کو گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"شکر کرو ابھی صرف تھپڑ مارا ہے۔۔ مزید بکواس کی تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں ۔۔" ولید نے اسکو انگلی اٹھا کے وارن کیا تھا۔

"تم نے اچھا نہیں۔۔" فرحان نے اسکو گھورتے ہوئے کہا اور غصے سے وہاں سے نکل گیا۔

"ولید وہ بہت غصے میں گیا ہے۔ روکو اسے۔" لیزا نے اسکو احساس دلایا تھا۔

"تم بھی جا سکتی ہو۔" ولید جو اس وقت بپھرا بیٹھا تھا لیزا پہ بھی برس پڑا تھا۔

"غصے میں تمہاری عقل پہ پردہ پڑ جاتا ہے۔۔ اس لڑکی کی وجہ سے تم اپنے دوستوں سے لڑ رہے ہو۔۔ unbelievable۔ جب غصے اترے گا تمہارا پھر بات کرتے ہیں ۔" لیزا اسکو تاسف سے دیکھتی اپنی بات کہہ کے فرحان کے پیچھے چلی گئی تھی۔ باقی گروپ کے لوگوں نے بھی اجازت چاہی تھی جو اس سارے وقت میں خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ ولید جو کب سے خود پہ کنٹرول کر رہا تھا۔ بلآخر اس ساحرہ کو سامنے دیکھ کے مزید آگ بگولا ہو گیا تھا مگر وہ فیض اور احمر کے ساتھ کھڑی گپیں ہانک رہی تھی۔۔ ولید نے اپنا بلیک کوٹ اتار کے کرسی پہ پھینکا تھا اور بلیک شرٹ کے اوپری بٹن کھول کے غصے کی کھولن کو کم کرنا چاہا تھا۔ وہ اس کی وجہ سے اپنے دوستوں سے الجھ پڑا۔ ایک پل کو خود پہ شدید غصہ آیا تھا۔ مگر اگلے ہی پل خود کو حق بجانب سمجھتے ہوئے دانیہ کو خونخوار نظروں سے دیکھا تھا کو تیار شیار کھڑی تھی۔

کچھ سوچتے ہوئے وہ غصے میں کھولتا اسکے سر پہ پہنچا تھا۔۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"بات سنو میری۔" ولید نے ممکنہ حد تک خود کو نارمل کرتے ہوئے دانیہ کو کہا تھا۔

"کون میں۔۔" دانیہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔ ابھی آج ہی کی تو بات تھی شاپنگ پہ کیسے دانیہ سے اکھڑا اکھڑا تھا اب کونسا کام آن پہنچا تھا۔

"بلکل۔" ولید نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"جاؤ بات سن لو۔۔ میں اور فیض اندر جاتے ہیں مہمان تو سب چلے گئے ہیں۔ تم لوگ بھی آجانا۔ چائے پیتے ہیں ایک ساتھ۔ آؤ فیض۔" احمر فیض کو کہتے ہوئے اندر ساتھ لے گیا تھا۔

"تم ادھر آؤ زرا۔" ولید نے انکو جاتا دیکھ کے اسکی کلائی پکڑی اور پر سکون گوشے میں لے آیا تھا۔ وہ سراپا احتجاج تھی۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ۔" دانیہ چیخی تھی۔

"ہونہہ۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو اس فیض سے چمٹی کھڑی تھی تب کدھر گئی تھی تمہاری پارسائی۔" ولید اس سے بھی بلند آواز میں چیخا تھا۔

ولید کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی بلیک شرٹ پہن رکھی تھی جسکے اوپری بٹن کھلے تھے اور کشادہ سینہ نظر آرہا تھا۔

"آپ کیا بول رہے ہیں۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" دانیہ کو اسکی ذہنی حالت پہ شبہ ہوا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

ولید نے اسکو کلائی سے کھینچ کے پاس کیا تھا اور اسکے بکھرے بال کان کے پیچھے کئے تھے۔

"ابھی تمہیں سمجھایا ہی کہاں ہے ولی نے۔" ولید نے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی ۔دانیہ دبک کے پیچھے ہٹی تھی۔اسکے اس گریز پہ ولید کا قہقہہ پڑا تھا۔

"جتنا مرضی دور بھاگ لو واپس ان ہی پناہوں میں آنا ہو گا۔" ولید نے دانیہ کا معصوم چہرہ کو دیکھتے ہوئے عجیب انداز میں کہا کہا تھا۔۔ولید اس وقت اپنے حواسوں میں نہ تھا اسکو اس بات کی سمجھ بھی نہ تھی کہ وہ کہہ کیا رہا ہے۔دانیہ سے خار کھانے والا۔۔وہ ہمیشہ اس سے دور بھاگتا تھا۔بڈھی روح،زمانہ قریم جیسے القابات سے اسکو بلاتا تھا۔غصہ ولید کے حواسوں پہ سوار تھا۔دانیہ کی آنکھوں میں آنسو چمک پڑے تھے۔

"آپ کیا بول رہے ہیں۔" چڑیا کا سا دل رکھنے والی نازک سی دانیہ اسکی حالت پہ پریشان ہوتی رونے کو تھی۔ولید نے اسکے گلابی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں کو ہلتے دیکھا تھا ۔الفاظ پہ کن کب دھرے تھے۔تبھی ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے اسکے دماغ میں کوندا تھا۔

"اس کی وجہ سے وہ متوجہ ہوا ہو گا۔" ولید نے سختی سے کہتے ہوئے جبڑے بھینچے تھے۔دانیہ پریشان کھڑی اسکی گفتگو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ولید نے ہاتھ بڑھا کر اسکے نازک لبوں پہ لگی لپ اسٹک بے دردی سے رگڑ ڈالا تھا۔

"ولید بھائی۔۔کیا کر رہے ہیں آپ۔۔آپ" دانیہ چیخی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"شش۔۔چپ۔۔ آواز نہ آئے مجھے تمہاری۔۔" ولید نے اسکو سختی سے چپ کروادیا تھا۔اب اسکی نظر دانیہ کے کانوں میں جھولتے آویزوں پہ جا اٹکی تھی۔وہ واقعی ہی اس وقت حسن کا پیکر لگ رہی تھی۔کم عمر دوشیزہ۔۔ولید نے خود کو ڈپٹا تھا۔اگلے ہی پل ہاتھ بڑھا کر اسکے کانوں سے آویزے نکالے تھے۔

"جاؤ اب۔۔۔ آئندہ مجھے تم اتنی سجی سنوری نظر نہ آنا۔۔ جیسے ہو ویسے ہی رہو۔آئی سمجھ۔۔" ولید نے اسکو وارن کیا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں۔۔۔" دانیہ اسکی حرکتوں پہ خائف ہوتی چیخی تھی۔

"اندر جاؤ اس سے پہلے کہ میں کچھ اور کر بیٹھو۔" ولید نے کہا تھا۔دانیہ آنسو صاف کرتی اندر کو بھاگی تھی۔ولید نے مٹھی کو کھولا تھا جہاں ننھے منھے سے ٹراڈیشنل آویزے جگمگا رہے تھے۔اسنے جھمکے اپنی پینٹ کی پاکٹ میں ڈال دیئے تھے۔

دن گزر رہے تھے۔گرمی نے بھی زور پکڑا ہوا تھا۔ولید یونیورسٹی سے آکے اپنے دوستوں کے ساتھ چلا جاتا تھا۔آج بھی وہ کلب سے واپسی پہ دیر سے آیا تھا تو سنیعہ اور احمر اینور سری کی پکس کھولے بیٹھے تھے۔البم آج ہی آیا تھا۔

"اسلام علیکم۔" ولید نے صوفے پہ گرتے ہئوے بھابی اور ماں کو سلام جھاڑا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔۔ مل گئی فرصت گھر آنے کی۔" سنیعہ نے اسکو ڈپٹا تھا۔

"آپکو پتہ تو ہے جم جانا ہوتا ہے۔" ولید نے منہ بنایا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ماما یہ پک دیکھیں زرا۔ سب سے پیاری دانیہ ہی لگ رہی ہے۔" احمر نے ایک تصویر سنیعہ کے سامنے کی تھی۔

"ہاں ماشاءاللہ۔ میری بیٹی ہے ہی پیاری۔ ایسے تو نہیں ہمدانی صاحب نے اپنے بیٹے کے لیے رشتہ بھیج دیا۔" سنیعہ نے احمر کو کہا تھا۔ ساتھ بیٹھے ولید کو کرنٹ لگا تھا۔

"کیا۔۔ کس کا رشتہ ؟؟" ولید نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"تم گھر رہو نواب پھر ہی تمہیں کچھ خبر ہو۔" احمر نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"بتائیں تو۔" ولید نے پہلو بدلا تھا۔

"ارے اپنی دانیہ کے لیے ہمدانی صاحب کے اکلوتے بیٹا کا رشتہ آیا ہے۔ وہ تو احمر کے ساتھ ہی دانیہ کا نکاح اپنے بیٹے ساحل سے کرنا چاہ رہے ہیں۔۔ اس بات کو تو ہفتے ہونے کو ہیں میاں۔ تم تو اپنی دنیا میں مست گھومتے ہو بس۔" سنیعہ نے تفصیل بتانے کے ساتھ ولید کو بھی لتاڑا تھا۔

"آپ بڑے لوگ پتہ نہیں اتنے عجیب کیوں ہوتے ہیں۔ ایسے کوئی شادیاں ہوتی ہیں۔ کسی کے گھر فنکشن پہ آئے تو لڑکی پسند کر گئے اور پھر کسی اور کی شادی پہ ہی اپنی شادی فکس کر لی۔۔ کس زمانے میں آپ لوگ رہ رہے ہیں۔" ولید کی منطق نرالی تھی۔

"ہاں جی تم تو اس زمانے کے ہو۔ ہمیں تم عجیب ہی رہنے دو۔۔ اور تم جو کسی کسی کی شادی کر رہے ہو ناں یہ اسکے بھائی کی شادی ہے۔ احمر نے ہی کہا تھا کہ رشتہ اچھا ہے

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

اگر وہ لوگ نکاح کو بھی کہہ رہے ہیں تو کیوں ناں ایک ساتھ شادی کر لی جائے۔ ویسے بھی وہ کونسا رخصتی مانگ رہے ہیں۔" سنیعہ نے پچھلے ہفتے میں پکنے والی کھچڑی کی تفصیل بتائی تھی۔ ولید کو اپنا دماغ گھومتا محسوس ہوا تھا۔ عجیب غصہ اسکو اپنے اندر شور مچاتا محسوس ہوا تھا جو اسکا سکون برباد کر رہا تھا۔

"مجھے شادی والے دن ہی بتا دیتے آپ لوگ۔" ولید غصے میں کہتا اٹھ کے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

"عجیب لڑکا ہے۔" اسکے جانے کے بعد سنیعہ نے پریشانی سے کہا تھا۔

"ہو جاہے گا ٹھیک۔ پتہ تو ہے آپکو اسکا۔" احمر نے تسلی دی تھی۔

---

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

دن گزر رہے تھے۔ گرمی نے بھی زور پکڑا ہوا تھا۔ ولید یونیورسٹی سے آ کے اپنے دوستوں کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ مگر لیزا اور فرحان سے مکمل بائیکاٹ تھا۔ آج بھی وہ کلب سے واپسی پہ دیر سے آیا تھا تو سنیعہ اور احمر اینور سری کی پکس کھولے بیٹھے تھے۔ البم آج ہی آیا تھا۔

"اسلام علیکم۔" ولید نے صوفے پہ گرتے ہوئے بھائی اور ماں کو سلام جھاڑا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔۔ مل گئی فرصت گھر آنے کی۔" سنیعہ نے اسکو ڈپٹا تھا۔

"آپکو پتہ تو ہے جم جانا ہوتا ہے۔" ولید نے منہ بنایا تھا۔

"ماما یہ پک دیکھیں زرا۔ سب سے پیاری دانیہ ہی لگ رہی ہے۔" احمر نے ایک تصویر سنیعہ کے سامنے کی تھی۔

"ہاں ماشاءاللہ۔ میری بیٹی ہے ہی پیاری۔ ایسے تو نہیں ہمدانی صاحب نے اپنے بیٹے کے لیے رشتہ بھیج دیا۔" سنیعہ نے احمر کو کہا تھا۔ ساتھ بیٹھے ولید کو کرنٹ لگا تھا۔

"کیا۔۔ کس کا رشتہ ؟؟" ولید نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"تم گھر رہو تب ہی تمہیں کچھ خبر ہو۔" احمر نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"بتائیں تو۔" ولید نے پہلو بدلا تھا۔

"ارے اپنی دانیہ کے لیے ہمدانی صاحب کے اکلوتے بیٹا کا رشتہ آیا ہے۔ وہ تو احمر کے ساتھ ہی دانیہ کا نکاح اپنے بیٹے ساحل نے کرنا چاہ رہے ہیں۔۔ اس بات کو تو ہفتے ہونے کو ہیں میاں۔ تم تو اپنی دنیا میں مست گھومتے ہو بس۔" سنیعہ نے تفصیل بتانے کے ساتھ ولید کو بھی لتاڑا تھا۔

"آپ بڑے لوگ پتہ نہیں اتنے عجیب کیوں ہوتے ہیں۔ ایسے کوئی شادیاں ہوتی ہیں۔ کسی کے گھر فنکشن پہ آئے تو لڑکی پسند کر گئے اور پھر کسی اور کی شادی پہ ہی اپنی شادی فکس کر لی۔۔ کس زمانے میں آپ لوگ رہ رہے ہیں۔" ولید کی منطق نرالی تھی۔

"ہاں جی تم تو اس زمانے کے ہو۔ ہمیں تم عجیب ہی رہنے دو۔۔ اور تم جو کسی کسی کی شادی کر رہے ہو ناں یہ اسکے بھائی کی شادی ہے۔ احمر نے ہی کہا تھا کہ رشتہ اچھا ہے

اگر وہ لوگ نکاح کو بھی کہہ رہے ہیں تو کیوں ناں ایک ساتھ شادی کر لی جائے۔ ویسے بھی وہ کونسا رخصتی مانگ رہے ہیں۔ "سنیعہ نے پچھلے ہفتے میں پکنے والی کھچڑی کی تفصیل بتائی تھی۔ ولید کو اپنا دماغ گھومتا محسوس ہوا تھا۔ عجیب غصہ اسکو اپنے اندر شور مچاتا محسوس ہوا تھا جو اسکا سکون برباد کر رہا تھا۔

"مجھے شادی والے دن ہی بتا دیتے آپ لوگ۔" ولید غصے میں کہتا اٹھ کے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

"عجیب لڑکا ہے۔" اسکے جانے کے بعد سنیعہ نے پریشانی سے کہا تھا۔

"ہو جاہے گا ٹھیک۔ پتہ تو ہے آپکو اسکا۔" احمر نے تسلی دی تھی۔

کمرے میں آنے کے بعد شرٹ اتار کے گولہ بنا کے بیڈ پہ پھینکی تھی۔ اسکو اپنے غصے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ عجیب بے چینی سی ہو رہی تھی۔ واش روم میں گھس گیا اور شاور لے کے بیس منٹ میں باہر نکلا تھا مگر دماغ ابھی انہیں باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ ہمدانی صاحب، دانیہ کی شادی اور ساحل۔۔ مگر کیوں؟؟

تبھی نظر پاس پڑے موبائل پہ پڑی تھی۔ ذہن میں ایک خیال آیا اور موبائل کو اٹھایا تھا۔ مطلوبہ نمبر تلاش کر کے فون ملایا تھا۔

"ہیلو۔۔ آپ۔۔؟ آپ نے کیوں کی کال؟؟" دوسری طرف کافی بیلز کے بعد فون اٹھایا گیا تو یہ جواب موصول ہوا تھا جو اسے اور تپا گیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"تمہیں کسی اور کی کال کا انتظار تھا کیا؟؟" وہ جو پہلے ہی غصے میں بیٹھا تھا دانیہ کی بیزاری پہ چیخ پڑا تھا۔

"کیسی باتیں کرنے لگ گئے ہیں آپ اب۔۔" دانیہ جو ابھی پچھلی حرکت پہ غصہ تھی آج اسکی اچانک کال آنے پہ بھی چوکنا ہو گئی تھی۔

"پہلے ہم باتیں ہی کب کرتے تھے۔ اور میں کہا کیا ہے؟؟ جو تمہیں میری باتیں ایسی ویسی لگ رہی ہیں؟؟" ولید اپنی کھولن اس پہ اتار رہا تھا۔

"آپ بتائیں گے کال کیوں کی ہے؟؟" دانیہ نے کہا تھا۔

"مبارک باد دینے کو۔۔ بڑے پر پرزے نکل آئے ہیں ناں۔" ولید نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"کس بات کی مبارک؟؟ آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔۔" دانیہ نے پوچھا تھا۔

"ابھی تو جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے تمہاری منگنی کو بھول بھی گئی ہو۔" ولید نے اسکی عقل پہ ماتم کرتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

"اچھا وہ۔۔ ابھی تو باقاعدہ فنکشن بھی نہیں ہوا۔" دانیہ نے اطلاع پہنچائی تھی۔

"بڑی خوشی چڑھی ہوئی ہے۔۔ کروالو فنکشن بھی بینڈ باجے کے ساتھ۔۔" ولید کو اس کی بات پہ تاؤ آیا تھا۔

"اور بات سنو کیا جلدی ہے تمہیں شادی کی؟؟ کونسی عمر نکلی جا رہی ہے تمہاری؟؟ ہاں بولو۔۔" ولید اب اصل مدعے پہ آیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"یہ فیصلہ میرے بڑوں نے کیا ہے انکو بہتر پتہ ہو گا۔۔ آپ کیوں غصہ ہو رہے ہیں۔" دانیہ نے سلگتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں کیوں غصہ ہونے لگا بھلا۔۔ میری بلا سے۔۔ بس تم ابھی شادی سے انکار کر دو ۔۔ اور زرا اس فیض سے بھی دور رہا کرو۔۔ سنا تم نے۔" ولید کے احکامات کی لسٹ جاری ہو گئی تھی۔

"آپ کا دماغ درست ہے۔۔ آپ کو پتہ ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" دانیہ چیخی تھی۔

"شکر کرو ابھی تک ٹھیک ہے۔۔ جو کہا ہے اس پہ عمل ہو جانا چاہیے۔۔ رکھو فون اب ۔۔" ولید نے اپنی سنا کے فون بند کرنے کا آرڈر جاری کر دیا تھا۔ دانیہ کے کچھ بولنے سے پہلے ولید خود ہی فون بند کر چکا تھا۔

تبھی دوبارہ فون بجا تھا۔ ناگواری سے فون اٹھایا تھا تو لیزا کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ ولید کے ماتھے کی رگیں تن گئی تھیں۔۔

"یس۔" فون کان کو لگا کے لٹھ مار انداز میں کہا تھا۔

"ولید حد کرتے ہو تم۔ کوئی اتنے دن بھی اپنے دوستوں سے ناراض رہتا ہے بھلا۔۔" لیزا نے شکوہ کیا تھا۔

"تمہیں وجہ بھی پتہ ہے۔" ولید نے جواباً کہا تھا۔

"ٹھیک ہے ہم مانتے ہیں غلطی۔ آج رات ڈنر پہ ملتے ہیں پلیز انکار مت کرنا۔" لیزا نے اصرار کیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ٹھیک ہے۔ مگر وہاں مجھے فرحان نظر نہ آئے۔" ولید نے شرط رکھی۔

"ٹھیک ہے پہلے تم آؤ تو۔ جہاں ہم ہمیشہ ڈنر کرتے ہیں اس ہی ریسٹورنٹ میں ملتے ہیں آج رات نو بجے۔۔" لیزا نے پرجوش انداز میں کہا تھا۔ ولید نے حامی بھرتی ہوئے کہا تھا۔

ولید بیزار سا ڈنر پہ آیا بیٹھا تھا۔ لیزا اور انکے دو اور دوست عمارہ اور ذکاء بھی تھے۔ وہ بھی انکے کلاس فیلوز ہی تھے۔ پہلے تو ہر موقع پہ ولید سب سے پرجوش ہوا کرتا تھا۔ مگر آج وہ بیزار نظر آرہا تھا۔

"کتنا ٹائم ہے ابھی آڈر سرو کرنے میں۔" ولید نے بیزاری سے کہا تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی جواب ملتا ولید کو فرحان آتے نظر آیا تھا تو وہ غصہ سے چیخا تھا۔

"اس کو کس نے بلایا ہے یہاں؟؟ میں کہا تھا تم سے لیزا۔۔ مجھے اس شخص کی شکل نہیں دیکھنی۔" ولید نے غصے سے کہا تھا۔

"ولی پلیز۔ وہ شرمندہ ہے۔" لیزا نے ولی کا کندھا پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔" ولید کرسی پرے دھکیل کے اٹھا تھا۔

"ولید آئم سوری یار۔۔" تبھی فرحان اسکے سامنے آکے رک گیا تھا۔

"دوست ہو تم میرے۔۔ غلطی کی تھی تو اب سوری بھی بول رہا ہوں ناں۔" فرحان نے اسکو کہا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"دیکھو ولید پلیز۔اب تو مان جاؤ۔"لیزا نے بھی اسکی منت کی تھی۔

"نیکسٹ ٹائم اگر ایسی فضول بکواس میرے سامنے کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ۔"ولید نے وارن کیا تھا۔

"اوکے باس۔۔"فرحان نے خوشدلی سے کہتے ہوئے اسکو گلے لگایا تھا۔

سب کے چہروں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔مگر اب دوست مخلص تو نہیں ہوتے۔

احمر کی شادی میں چند دن رہ گئے تھے تو دانیہ کے نکاح کو بھی تھوڑے دن ہی تھے۔احمر کے ولیمے پہ دانیہ کا نکاح ہونا قرار پایا تھا۔ولید تو غصے سے بھرا رہتا تھا چوبیس گھنٹے۔سب کو کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔شادی کی تیاریوں میں بھی کم کم حصہ لے رہا تھا۔

آج بھی وہ سو کے اٹھا تھا۔نیچے جانے کی غرض سے فریش ہو کے نیچے آیا تھا تو دانیہ میڈم جلوہ افروز تھیں۔

"اس کی تو آج خیر نہیں۔۔میرا نمبر بلاک کیا ہوا تھا ناں۔۔"ولید نے اسکو دیکھ کے کہا تھا۔

ولید خونخوار نظروں سے دانیہ کو گھورتے اسکی جانب بڑھ رہا تھا جو لان کی سیٹنگ چینج کروانے میں مدد کے لیے بلائی گئی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"تم نے میرا نمبر کیوں بلاک کیا تھا؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟؟" ولید نے اسکا بازو کھینچ کے اسکو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

"توبہ ہے۔۔ لوہے جیسے ہاتھ ہیں آپ کے۔" دانیہ نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی کلائی سہلائی تھی۔

"جو پوچھا ہے ناں اسکا جواب چاہئیے۔ میں گلہ دبانے میں بھی منٹ نہیں لگاؤں گا۔" ولید طیش میں بولا تھا۔

"مرضی میری۔ اور نمبر بلاک کرنے کے لیے ہمت نہیں انگلیوں اور نیٹ ورک کی ضرورت ہوتی ہے جو دونوں میرے پاس ہیں۔" دانیہ نے منہ بسورتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

"میرے سامنے زبان مت چلایا کرو تم زیادہ۔" ولید نے اسکو جھنجھوڑا تھا۔

"جب چپ تھی تب بھی آپکو مسئلہ تھا۔" دانیہ نے بھی دوبدو جواب دیا تھا

"تم نے شادی سے منع کیا؟؟" ولید نے مطلب کی بات کی تھی۔

"آپ کا دماغ درست ہے ناں۔۔ میں کیوں منع کرنے لگی بھلا۔" دانیہ نے واویلا کیا تھا۔

"ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ جو تمہیں شادی کی پڑ گئی ہے۔۔ پڑھنا کس نے ہے؟؟" ولید کا بس نہیں تھا چل رہا کہ اس کو اٹھا کے غائب کر دے کہی۔ اسکو اپنی خود کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیوں بے چین گھوم رہا ہے۔ جب سے اسنے یہ بات سنی

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

تھی عجیب بے چینی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اسنے غور کرنا چاہا تو ایک آدھا ادھورا الجھا سا جواب ہی ملا کہ وہ اسکی کزن ہے اسلئے اسکو اسکی فکر ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کا خود کا تو دماغ خراب ہے۔

دیکھیں میں آپکو پہلے بھی سمجھا چکی ہوں اب پھر صاف الفاظ میں بتا دیتی ہوں ایک بار یہ میرے بڑوں کا فیصلہ جو مجھے قبول ہے۔ آپ کو کوئی حق نہیں مجھ سے بار بار باز پرس کرنے کا۔ آپ سے معاملے سے دور رہیں۔ ورنہ میں پھوپھو سے آپکی شکایت کر دونگی۔" دانیہ نے صاف الفاظ میں ولید کو کہا تھا۔

"حق۔۔۔ہاں ٹھیک کہا تم نے مجھے بھلا کیا حق ہے۔ میری طرف سے تم بھاڑ میں جاؤ ۔ٹھیک وقت پہ تم نے مجھے بتا دیا۔۔۔ہاں بہتر ہے میرا اس معاملے۔۔۔اس معاملے سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ میں آئندہ اپنی شکل تمہیں کم سے کم دیکھاؤں گا اور تم نے اپنی شکل میرے سامنے مت لے کے آنا آئندہ۔" ولید خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا اور آخری بات سخت لہجے میں کہتے ہوئے مڑ گیا تھا۔ دانیہ اسکے تیوروں پہ دنگ کھڑی رہ گئی تھی۔

دو دن رہ گئے تھے شادی میں۔ دانیہ کی تیاریاں اپنے نکاح کی کم اور احمر اور فلزہ کی شادی کی زیادہ چل رہی تھیں۔ اس دن کے بعد ولید سے صرف ایک بار دانیہ کا سامنا ہوا تھا۔ ولید گھر پہ کم ہی ٹکتا تھا۔ اگر کبھی ولید کے گھر ہوتے دانیہ آئی ہوتی تو کمرے

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

سے نکلتا ہی نہیں تھا اور اگر کہی جانا ہوتا تو پچھلے دروازے سے چلا جاتا تھا۔ آج بھی اتفاق سے ولید معمول سے جلدی گھر آ گیا تھا۔ عجیب بے چینی نے اسکو گھیرا ہوا تھا جسکا حل اس نے موج مستی دوستوں کے ساتھ ہلا گلا نکالا ہوا تھا۔ حالانکہ اسکے اندر ویرانی سی تھی جسکو وہ نظر انداز کر رہا تھا۔ لان میں داخل ہوا تو وہ وہی تھم سا گیا تھا۔ دانیہ اپنے نکاح کا سرخ ڈوپٹہ جس پہ گوٹے کا نفیس کام ہوا تھا سر پہ اوڑھے سنیعہ بیگم کے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ ولید کو ماسوائے اسکے چہرے کے ارد گرد سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کسی انوکھے احساس نے ابھی سر اٹھانا شروع ہی کیا تھا کہ کچھ آوازیں ایک بار پھر سے گونجی تھیں۔

"دیکھیں میں آپکو پہلے بھی سمجھا چکی ہوں اب پھر صاف الفاظ میں بتا دیتی ہوں ایک بار یہ میرے بڑوں کا فیصلہ جو مجھے قبول ہے۔ آپ کو کوئی حق نہیں مجھ سے بار بار باز پرس کرنے کا۔ آپ اس معاملے سے دور رہیں۔ ورنہ میں پھوپھو سے آپکی شکایت کر دونگی۔" ولید نے زور سے اپنے دانت بھینچے تھے۔

"یہ صرف میرے دماغ کا فتور ہے۔ ورنہ میں اور یہ لڑکی۔۔ کبھی بھی نہیں۔" ولید نے اپنے کھولتے ہوئے دل و دماغ پہ دلیل کا ٹھنڈا ٹھار پانی پھینکنے کی کوشش کی تھی۔ ذہن سے سوچوں کو جھٹکتا سلام کرتے سیدھا اوپر چلا گیا تھا۔ سنیعہ بیگم نے بھی آنکھ بھر کے اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا تھا جو آجکل بُجھا بُجھا رہتا تھا مگر انکو وجہ کا پتہ نہیں تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"میری بہت خواہش تھی میری بیٹی ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہتی۔" سنیعہ بیگم نے دانیہ کی پیشانی کو چومتے ہوئے نم لہجے میں کہا تھا۔

"تو پھوپھو میں ہمیشہ آپکی بیٹی ہی رہونگی۔" دانیہ نے سنیعہ بیگم کا افسردہ چہرہ دیکھ کے پیار سے کہا تھا۔ دانیہ کو انکی بات کا اصل مطلب شاید ٹھیک سے نہیں پتہ چلا تھا۔ سنیعہ بیگم ہولے سے ہنس دی تھیں۔

"خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ اور دنیا جہاں کی ساری خوشیاں دے۔ تمہاری خوشی میں میری خوشی ہے۔" سنیعہ بیگم نے اسکو دعائیں دیتے ہوئے ساتھ لگایا تھا۔

بلآخر وہ دن آن پہنچا تھا۔ احمر اور فلزہ کا ولیمہ تھا اور دانیہ کا نکاح تھا۔

ولید اپنے نئے پیدا ہوئے جذبات پہ کنٹرول پا چکا تھا۔ اور دل جمی سے پورا فنکشن انجوائے کرنے کے ساتھ ساتھ ذمہ داریاں بھی انجام دے رہا تھا مگر دانیہ سے سامنا نہیں ہوتا تھا اسکا۔

ولید کے دوست فرحان اور علیزے سمیت سب انوائٹ تھے آج ولیمے پہ بھی۔ ہمدانی صاحب کی فیملی بھی تشریف لا چکی تھی۔ ساحل نکاح کے لیے اسٹیج پہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس پل ولید کا دل بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اسٹیج سے ہٹ گیا تھا اور اپنے دوستوں کے پاس آ کے دھیان بٹانے لگا تھا۔ کچھ دیر پہ وہ تیز شور کی آوازوں پہ اسٹیج کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"یہ پارسل کون دے کے گیا تھا۔" ہمدانی صاحب نے غصے سے ساحل سے پوچھا تھا جسکا حال ہمدانی صاحب سے کم نہ تھا۔

"ڈیڈ ابھی ایک آدمی مجھے دے کے گیا ہے کہ سر ارجنٹ ہے اسکو چیک کر لیں پہلے۔" ساحل نے غصے سے کہا تھا۔

"احسان صاحب یہ سب کیا تماشہ ہے۔ ہم عزت دار لوگ ہیں۔" ہمدانی صاحب نے پھنکارتے ہوئے پارسل احسان صاحب کی طرف پھینکا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ہمدانی انکل۔ میں اپنے بڑوں کی بے عزتی کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔" ولید جو سب دیکھتا اسٹیج پہ آیا تھا غصے سے بولا تھا۔ سب مہمان اسٹیج پہ ہونے والی گفتگو کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگ گئے تھے۔ بولتے ہوئے ولید نے نیچے جھک کے جب اس پارسل میں موجود تصویروں کو دیکھا تھا تو صحیح معنوں میں اسکے پاؤں تلے سے زمین سرکی تھی۔

"ارے آؤ تم ولید صاحب۔ اگر یہ سب چل رہا تھا تو ہمیں یہاں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔" اب کے ساحل نے غصے سے ولید کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو ہونق بیٹھا ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا جنکو غلط انداز میں لیا گیا تھا اور کہانی بنائی گئی تھی۔

"دیکھ ہمدانی صاحب ایسا کچھ بھی نہیں جیسا آپ سمجھ رہے ہیں۔ چلیں بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔ آپ میری ۔۔" احسان صاحب نے اڑتے حواسوں کو سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ارے اب بات کرنے کو رہا ہی کیا ہے۔۔" ہمدانی صاحب نے احسان صاحب کی جواب کو کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

"پلیز ہمدانی صاحب اندر چل کے بات کرتے ہیں۔ سب کے سامنے تماشہ مت بنائیں ۔" مصطفی صاحب ولید کو گھورتے ہوئے آگے بڑھے اور ہمدانی صاحب سے التجاء کی تھی۔

ہمدانی صاحب نے جب ارد گرد دیکھا تو سب لوگ متوجہ تھے۔

"چلیں پلیز۔" مصطفی صاحب نے انکو اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ لوگوں کو متوجہ دیکھ کے ہمدانی صاحب ناچاہتے ہوئے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔

"آؤ بیٹا آپ بھی۔ بھابھی آپ بھی آئیں۔" احسان صاحب باقیوں کو بھی پیچھے آنے کی تاکید کرتے آگے بڑھ گئے تھے۔ ولید پھٹی نظروں سے ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

یہ تصویر ایک تاریک گوشے کی تھی۔ دانیہ نے بلیک کلر کا ڈریس پہن رکھا تھا اور وہ ولید کی بانہوں میں تھی۔

ایک تصویر میں دانیہ کا سر ولید کے کاندھے پہ پڑا ہوا تھا۔ اور ایک تصویر میں ولید اسکے کان سے جھمکا اتارتے ہوئے اسکے بے حد نزدیک تھا۔ ایک تصویر میں ولید ہنسا

رہا تھا۔ ایک تصویر میں وہ سرگوشی کرتا دانیہ کو اپنے بے حد نزدیک کر چکا تھا۔ ولید نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں تھی۔ وہ پیکٹ اٹھاتا غصے سے اندر کی طرف بڑھا تھا۔

"اگر آپکے بچے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے تو ہمیں اس طرح بلانے کی اور ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم لوگوں کی عزت ہے۔" ہمدانی صاحب پھنکار رہے تھے۔ دانیہ جو کچھ وقت پہلے سرخ ڈوپٹہ اوڑھے نکاح کے لئے تیار بیٹھی تھی اب ماں کے ساتھ لگی آنسو بہاتی یہ سب سن رہی تھی۔ احسان صاحب سر جھکائے ہارے ہوئے کھڑے تھے۔ مصطفی صاحب کو ولید پہ بے انتہا غصہ تھا۔ سنیعہ انکو تسلی دی رہی تھی۔ احمر ہمدانی صاحب کو غصے سے گھور رہا تھا۔

"یہ لازماً کوئی سازش ہے۔ آپ پلیز اس الزام تراشی سے گریز کریں۔ ہمیں کچھ وقت دیں تاکہ ہم سچ آپکو دیکھا سکیں۔" احمر نے غصے کو ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا سچ؟؟ ابھی کچھ دیکھانا باقی ہے۔ سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہے۔ آنکھوں دیکھی مکھی کون کھاتا ہے۔" ساحل آگے بڑھا تھا اور احمر کو کہا تھا۔

"بس بہت ہو گئی تمہاری بکواس۔ یہ محض کسی سازشی کی سازش ہے۔ ان تصویروں کو غلط اینگل میں آپ تک پہنچایا گیا ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں جیسا ان تصویروں میں دیکھایا گیا ہے۔" ولید نے اندر آتے ہوئے جب ساحل کے الفاظ سنے تو چیخا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"واہ بیٹا واہ۔ یہ بال ہم نے دھوپ میں سفید نہیں کئے۔ پہلے خود اس لڑکی کو پھانسا ہو گا ۔اب آپس کے تعلقات اچھے نہیں ہونگے تو ہمارے سر پہ تھوپ رہے ہو۔" مسز ہمدانی نے ولید سے کہا تھا۔

"بس کر دیں آپ سب لوگ۔ میری دانیہ ایسی نہیں ہے۔" احمر نے دکھ سے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے مسز ہمدانی سے کہا تھا۔ ولید اس معصوم کے لیے رسوائی کا باعث بنا تھا جس نے ساری زندگی خود کو سنبھال کے رکھا تھا۔

"اگر ایسی ہی ہے تو رکھو پاس اپنے۔ بس ہمدانی صاحب میں اپنے بیٹے کا رشتے ہر گز یہاں نہیں کرونگی۔" مسز ہمدانی نے حتمی انداز میں کہا تھا۔

"نہیں پلیز آپ ایسے کیسے کر سکتے ہیں۔ یقین کریں میری بیٹی ایسی ہر گز نہیں ہے ۔آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں۔" فاطمہ بیگم نے ملتجی انداز میں کہا تھا۔

"بس کریں ممانی۔ یہ لوگ ہماری دانیہ کے لائق ہی نہیں ہیں۔ کیسے یہ اسکے خلاف غلط بات بول رہے ہیں۔" ولید نے فاطمہ بیگم کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو پکڑا تھا۔

"ابھی بھی ہم تمہیں غلط لگ رہے ہیں۔ خود کے کرتوت چھپانے کے لیے ہمیں سنا رہے ہو اب۔" ساحل غصے سے ولید کی طرف بڑھا تھا۔

"بکواس بند کرو ورنہ میرے سے برا کوئی نہیں ہو گا ۔" ولید نے غراتے ہوئے ساحل کو گریبان سے پکڑا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"چھوڑو اسکو ولید آگے کم تماشہ کر چکے ہو تم۔" مصطفی صاحب نے غصے سے ولید کو ساحل سے الگ کر کے سائیڈ پہ کیا تھا۔

"بابا مگر میں۔۔" ولید نے تاسف سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا۔

"بس ولید۔۔۔ ہمدانی صاحب میں معذرت کرتا ہوں آپ سے اس سب کے لیے ۔مجھے لگتا ہے یہ رشتہ اوپر والے نے لکھا ہی نہیں تھا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم دونوں خاندان اس بات کو چپ چاپ یہی پہ ختم کر دیں تاکہ مزید کسی کی بھی بے عزتی نہ ہو۔" احسان صاحب حوصلہ کرتے ہوئے بولے تھے۔ مصطفی صاحب نے انکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انکو تسلی دی تھی۔

"ہماری عزت بھی آپ کے خاندان سے رشتے نہ جوڑنے میں ہی ہے۔ چلو سب لوگ یہاں سے۔" ہمدانی صاحب تنفر سے کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے پیچھے ہی ساحل اور مسز ہمدانی باہر نکل گئے تھے۔

"بھائی صاحب۔۔۔ مسز ہمدانی پلیز میری بات تو سنیں۔ ساحل بیٹا تم تو میری بات سنو ۔۔" فاطمہ بیگم روتے ہوئے انکو آوازیں دے رہی تھیں۔ کیسے وہ انکی بیٹی کے ساتھ ایسے کر کے جاسکتے ہیں۔ انکو یقین تھا انکی بیٹی معصوم ہے وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔ وہ سرخ ڈوپٹہ اوڑھے بیٹھی جس کے انتظار میں تھی وہ اسکو یونہی روتے چھوڑ کے چلا گیا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ولید یہ سب کیسے ہوا؟؟ پتہ کرو ناں۔۔۔اب کون کرے گا میری بیٹی کے ساتھ شادی۔۔۔" فاطمہ روتے ہوئے ولید کے گلے لگی تھی۔

"بس حوصلہ کریں وہ لوگ اس قابل ہی نہیں تھے۔" ولید خود ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

"یہ سب کیا کس نے ہے؟ اور کیوں۔ مجھے سب سچ سننا ہے۔ بلکل سچ۔۔" مصطفی صاحب نے ولید کو سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ ولید فاطمہ بیگم کو سنیعہ کے سپرد کرتے ہوئے باپ کے سامنے مجرم نہ ہوتے بھی مجرم بنا کھڑا تھا۔

"میں بتاتی ہوں انکل آپکو۔" سارے ٹائم میں پہلی بار دانیہ بولی تھی۔ سب نے دانیہ کو دیکھا تھا۔ جو چلتی ہوئی ان سب کی طرف آ رہی تھی۔

"وو۔۔ ولید۔۔ ولید نے کیا ہے یہ سب۔۔" دانیہ ولید کے بلکل سامنے آ کے کھڑی ہو کے بولی تھی۔ جہاں سب سن کے شاک میں آئے تھے ولید پہ بھی مانو آسمان آن گرا تھا۔

"بس خوش ہیں ناں اب آپ۔۔ نن۔۔۔ نہیں ہو رہی میری شادی۔۔۔ مجھے ذلیل کر کے آپکو خوشی ملتی تھی ناں۔۔۔ تو۔۔۔ دیکھ لیں آج میرے ساتھ میری ماں باپ کو بھی۔۔ میرے ماں باپ کو بھی آپ نے ذلیل کروا دیا۔۔" دانیہ ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے ولید کو اسکے گریبان سے پکڑ کے جھنجھوڑ رہی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMateria

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم دانیہ۔؟؟ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔" ولید نے تاسف سے دانیہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ مگر اسکی آنکھوں میں بے یقینی کا جہاں آباد تھا۔

"بلکل درست کہہ رہی ہوں ولید صاحب۔۔۔ لیں اب ہو گیا ہے شادی سے انکار ۔۔۔ اور کیا چاہتے ہیں وہ بھی بتا دیں۔" ہمیشہ کی نرم مزاج دانیہ آج چیخ رہی تھی۔ ارمانوں کا قتل ہوا تھا۔ ماں باپ کی بے عزتی کا بوجھ اسکو اپنے کندھوں پہ محسوس ہو رہا تھا۔ سنیعہ بیگم نے آگے بڑھ کے مچلتی دانیہ کو اپنے حصار میں لیا تھا۔

"بیٹا حوصلہ کرو۔ بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔" سنیعہ بیگم نے نم آواز میں کہا تھا۔

"میرا یقین کریں میں ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ ان پکس کو استعمال کیا گیا ہے ایک جھوٹی کہانی بنانے کے لئے۔" ولید نے سبکو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

"میں نے نا صرف تمہیں بیٹا کہا تھا بلکہ بیٹا مانتا بھی تھا۔ ولید تمہاری اس حرکت نے ایک باپ کا سر جھکا دیا ہے۔ میری بیٹی کا کیا قصور تھا۔؟ کیوں کیا تم نے یہ سب؟" احسان صاحب نے ولید سے کہا تھا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کیا۔۔ آپ سب میری بات کیوں نہیں مان رہے۔" ولید نے تھکے انداز میں کہا تھا۔

"تو کس نے کیا یہ سب۔؟ جس نے بھی کیا اب میری بیٹی سے شادی کون کرے گا ۔ زمانہ تو اس کو جیتے جی ہی مار ڈالے گا اپنی زبان کے تیزی سے۔" فاطمہ بیگم نے دہائی دی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMateria

"یہ کرے گا شادی دانیہ سے۔ ابھی اور اسی وقت۔" مصطفی صاحب نے کرخت آواز میں فیصلہ سنایا تھا۔

"بابا۔۔" ولید نے بے یقینی سے باپ کو دیکھا تھا۔

"چپ ایک دم چپ۔" مصطفی صاحب نے ہاتھ اٹھا کے ولید کو مزید بولنے سے منع کیا تھا۔

"احمر مولوی صاحب کو اندر بلا کے لاؤ۔ نکاح کے بعد کھانا سرو کرو تا کہ مہمان رخصت ہو سکیں۔ فاطمہ بہن اور سنیعہ آپ دونوں بچی کو اندر لے کے جائیں ۔ مولوی صاحب کو لے کے آتا ہوں میں۔ ولید اور دانیہ کا نکاح ابھی اور اسی وقت ہو گا۔" مصطفی صاحب اپنا فرمان جاری کرتے باہر نکل گئے تھے۔

پیچھے رکے وجود اس فرمان پہ ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر دانیہ احسان نے دانیہ ولید مصطفی بننے کا کٹھن سفر طے کیا تھا کس دل سے وہی جانتی تھی۔ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ دل کا تو خون ہو گیا تھا۔ ولید جو کچھ دیر پہلے یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اس کے ساتھ اب غصے، جھنجھلاہٹ اور بیزاری کی انتہا پہ تھا۔

مہمانوں نے کھانا کھایا اور طرح طرح کی باتیں بناتے اپنی اپنی راہ ہو لئے تھے۔ چند دن باتیں بنا کے سب نے اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہو جانا تھا۔ سب مہمان ایک

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

ایک کر کے جاتے ہوٹل خالی کر گئے تھے۔احسان اور فاطمہ دانیہ کو ساتھ لے جانا چاہتے تھے مگر احمر نے یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ ولید خود اسکو گھر چھوڑ دے گا وہ چاہتا تھا جو بھی ہو ادونوں ٹھنڈی دماغ سے اس پہ بات کر سکیں۔اب جبکہ تمام جملہ حقوق ولید اپنے نام کرواچکا تھا تو احسان صاحب کو کیا اعتراض ہو تا وہ بھی معیز کے ہمراہ گھر واپس آ گئے تھے۔

"ہم نکلتے ہیں اب اس کو سمجھا دو کہ اب اگر کوئی اونچ نیچ ہوئی تو میرے سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"مصطفی صاحب نے سختی سے خود سے دو قدم دور کھڑے ولید کو سنایا تھا۔اس بے اعتباری پہ ولید کا دل مزید دکھا تھا ساتھ غصے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"بابا آپ فکر نہ کریں۔آپ ماما کو لے کے گھر جائیں میں بھی فلزہ کو لے کے آتا ہوں ۔"احمر نے انکو تسلی دی تھی۔فلزہ اور سنیعہ نکاح میں بیٹھی نئی دلہن دانیہ ولید کو دُلاسے دینے میں ہلکان ہو رہی تھیں۔

مصطفے صاحب ولید کو سخت نظروں سے دیکھتے آگے بڑھ گئے تھے۔احمر نے ولید کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسکا رخ اپنی طرف موڑا تھا جسکی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"کیا آپکو بھی لگتا ہے یہ سب میں نے کیا ہے۔؟"ولید نے مان سے اپنے بڑے بھائی جیسے دوست سے پوچھا تھا۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ہر گز نہیں میر اولید ایسے کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے اسکی فیملی کا سر جھکے۔" احمر نے اپنے سامنے کھڑے خوبرو نوجوان سے کہا تھا جو اس وقت چھوٹے بچے کی طرح لگ رہا تھا۔

"تو پھر آپ بابا اور پھوپھو لوگوں کو سمجھاتے کیوں نہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں اور بات کریں ان سب سے۔۔ یار کوئی سمجھ کیوں نہیں رہا میری کنڈیشن۔" ولید بے بسی سے بول رہا تھا۔

"ولید ادھر آؤ۔۔۔ بیٹھو۔" احمر نے اسکو پکڑ کے سامنے پڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ مگر وہ بے بس کھڑا تھا۔

"بیٹھو ولید۔" احمر نے اسکو دوبارہ کہتے ہوئے سامنے بٹھایا تھا۔

"دیکھو ولید میں جانتا ہوں اور تم جانتے ہو کہ تم نے ایسا کچھ نہیں۔ لیکن یار گھر والے اور دانیہ کے لئے یہ جو سب ہوا کسی صدمے سے کم نہیں ہے۔ انکے سامنے جو آیا وہ انکا سچ ہے۔ ہمارا سچ وہ ہے جو ابھی ہماری آنکھوں سے بھی اوجھل ہے۔ اب وہ کیا ہے وہ ہمیں ڈھونڈ کے سب کے سامنے لانا ہے۔" احمر اسکی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف کروا رہا تھا جسکو وہ بھول گیا تھا کہ یہ سب کس نے کیا ہے۔

"اس سب میں میری اور اسکے نکاح کی کیا ضرورت تھی۔ آپ لوگوں کو بات کا ایک ہی حل کیوں نظر آیا۔ اب جس نے مجھے غلط نہیں بھی سمجھنا ہو گا وہ بھی سمجھے گا۔ اور

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

میری چھوڑیں سب دانیہ پہ بھی یہ الزام لگائیں گے۔" ولید نے جھنجھلاتے ہوئے کہا تھا۔

"لوگوں کا کام باتیں بنانا ہے انکی فکر چھوڑو۔ اب تم اسکے شوہر ہو اس پہ لگا ہر الزام دھو ڈالنا۔" احمر اور اسکو کیا کہتا کیوں یہ سب تو وہ خود بھی چاہتا تھا مگر ولید کی وجہ سے کبھی اس پہ بات نہیں کی مگر جب قدرت یہ سب خود کروا رہی تھی تو اسکو کیا اعتراض تھا بھلا۔ تبھی احمر کا فون بجا تھا۔ وہ کچھ دیر بات کرنے کے بعد ولید کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"چلو اٹھو اب میں فلزہ کو لے کے گھر جا رہا ہوں وہ ماما بابا کے ساتھ پارکنگ میں ہے ۔ اور دانیہ کے پاس فرحان اور علیزے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کافی رات ہو گئی ہے اسکو گھر چھوڑ کے آؤ۔ اور اسکو یہ یقین دلاؤ کہ تم اسکے ساتھ ہو اس مشکل وقت میں۔ Be a man yar۔" احمر نے اسکو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔

"جی بھائی آپ بھابی کو لے کے جائیں۔ یہاں کی فکر نہ کریں۔" ولید نے ایک سرد سانس خارج کرتے ہوئے کہا تھا۔ احمر اسکو دیکھتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ تبھی اسکا موبائل بجا تھا۔ علیزے کا فون تھا۔

"ڈیم اٹ۔" ولید نے دانت پیستے ہوئے اسکی کال اٹینڈ کر کے کان کو لگائی تھی۔ علیزے جو اس نکاح پہ انگاروں پہ لوٹ رہی تھی خود کو ٹھنڈا کر کے بولی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ولید مجھے پتہ ہے تم اس وقت کن حالات سے گزر رہے ہو۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایک ان چاہا رشتہ ہے۔ دانیہ ہمارے ساتھ ہے۔ تم ریلیکس کرو ہم لوگ اسے گھر چھوٹ دیتے ہیں۔" علیزے نے شہد سے زیادہ میٹھے لہجے میں کہا تھا۔

ولید کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسا محسوس کرے یا اسکو کیسا محسوس ہو رہا ہے ۔ کیا وہ دانیہ اور ساحل کا رشتہ ختم ہونے پہ خوش ہو یا دکھی ہو۔ خود کے ساتھ ہونے والے اتنے بڑے واقعہ پہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔ یا جس نے یہ سب کچھ کیا اسکا حشر کر دے۔

"ولید سن رہے ہو ناں تم۔" علیزے نے اسکی خاموشی سن کے دوبارہ اسکو پکارا تھا۔۔

"ہمم۔۔۔ ہاں ٹھیک ہے۔ مجھے ابھی تھوڑا وقت چاہئیے تو لوگ چھوڑ آؤ اسکو گھر ۔۔" ولید نے کہتے ہوئے فون بند کیا تھا اور اٹھ کے کسی تاریک گوشے کی تلاش میں نکل گیا تھا۔ وہ ابھی کچھ پل اکیلے میں سکون تلاش کرنا چاہ رہا تھا۔

"لو بھئی انکے نام کے دولہے نے دے دی اجازت۔ چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دیں۔ علیزے نے گم صم بیٹھی دانیہ کو کہا تھا۔ فرحان کی آنکھوں میں چمک آئی تھی۔

"ارے آرام سے کلی سے نازک ہے ہماری دانیہ۔۔۔ بھا۔۔ بھابھی۔۔۔" فرحان نے دانیہ کو تیزی سے اپنے ساتھ لے جاتی علیزے کو ٹوکا تھا اور بھابی پہ زور دیتے ہوئے بات مکمل کی تھی۔ پھر دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کے ہنس دیئے تھے۔ دانیہ بھی اسکے ساتھ کھنچتی چلی گئی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

دانیہ جو کب سے گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی ارد گرد دیکھا تو انجان راستے معلوم ہوئے تھے۔ تبھی گاڑی چلاتے فرحان کا موبائل بجا تھا۔ اسنے موبائل کی سکرین دیکھی تو ایک میسج تھا۔

"ایک بات یاد رکھنا میرا کام ہو جانا چاہیے۔ تمہارے بدلے کی وجہ سے جو تباہی میری زندگی میں آئی ہے وہ مجھے قبول نہیں تو بہتر ہے اسکو خود ہی نکال باہر کرو ورنہ۔۔" فرحان نے میسج پڑھ کے علیزے کو دیکھا تھا جو اسکی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

تبھی دانیہ کی آواز گونجی تھی۔

"یہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ یہ میرے گھر کا راستہ تو نہیں ہے۔" دانیہ نے برابر بیٹھی علیزے کو کہا تھا۔

"ہم نہیں تم اور فرحان۔۔ میں تو بھئی بہت تھک گئی ہوں۔ مجھے تو پہلے گھر چھوڑ دو بس اگلی روڈ پہ رہا میرا گھر۔" علیزے سے اطمینان سے کہتے ہوئے ساتھ بیٹھی دانیہ کا اطمینان اڑنچھو کر دیا تھا۔

"مگر علیزے میں کیسی فرحان کے ساتھ گھر جاؤں گی۔" دانیہ نے اپنی مشکل اسکو بیان کی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"ارے جیسے میں جا رہی ہوں۔ اور ویسے بھی تمہارے کزن پلس شوہر کی اجازت سے ہی وہ تمہیں گھر چھوڑنے جا رہا ہے تو پلیز ڈرامے بند کرو۔" علیزے چڑ کے بولی تھی۔

"چلو علیزے تمہارا گھر آ گیا۔ کل ملتے ہیں۔" فرحان نے گھر ایک بنگلے سے سامنے کھڑی کرتے ہوئے اسے بیک مرر سے دیکھتے ہوئے آنکھ دبائی تھی علیزے مسکراتی ہوئی ایک ادا سے گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نکلی تھی۔

"بائے ڈیئر۔۔" جاتے ہوئے دانیہ کو کہنا نہیں بھولی تھی۔ دانیہ دنگ بیٹھی رہ گئی تھی اسکو کچھ سمجھ نہیں لگ رہی تھی وہ کیا کرے وہ آج تک احمر یا فیض کے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں باہر آتی جاتی تھی۔

"آپ میری ولی۔۔۔ ولید سے بات کروا دیں پلیز۔۔۔" دانیہ منمنائی تھی اور تو کوئی راہ نظر نہیں آ رہی تھی موبائل بھی اسکے پاس تھا۔

"جو حکم۔" فرحان نے ایک گہری نظر سے اسکا دلکش سراپا دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اور موبائل نکال کے ولید کو کال ملائی اور اسپیکر آن کیا تھا۔ بیلز جا رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد ایک جھنجھلائی آواز ابھری تھی دانیہ کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی یہ آواز سن کے۔

"اب کیا ہے یار۔۔۔ کیوں تنگ کر رہے ہو بار بار۔۔۔" ولید جو کچھ دیر پہلے ہونے والے واقعے کے حساب کتاب میں الجھا ہوا تھا کوفت سے بولا۔ اسکو دانیہ پہ غصہ آ رہا

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

تھا سب سے زیادہ اسنے کیوں اور کس بنیاد پہ اتنا گرا ہوا سمجھا تھا۔ اگر وہ اس وقت اسکے سامنے ہوتی تو اسکا برا حشر کر دیتا۔۔

"میں کہاں تنگ کر رہا ہوں۔۔ تمہاری بیوی کو تمہاری یاد ستا رہی ہے۔" فرحان نے کہنے کے ساتھ گاڑی روکی اور پچھلی سیٹ کی طرف مڑا اور موبائل اپنے اور دانیہ کے درمیان کر لیا تھا۔

"بکواس بند کرو۔۔ کیا بیوی بیوی لگایا ہوا ہے۔۔" توقع کے عین مطابق ولید چڑا تھا۔ اور فرحان سرشار ہو گیا تھا۔ اور دانیہ اسکی اپنی ذات کو لے کے بیزاری پہ تڑپ اٹھی تھی۔

"میں اور علیزے دانیہ کو اپنے فلیٹ میں۔۔" فرحان نے اپنی اگلی چال چلی تھی۔

"میری طرف سے جہاں مرضی لے کے جاؤ۔۔ اب مجھے فون نہ کرنا۔۔" ولید نے غصے سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

جہاں فرحان کے منہ سے فلیٹ کا لفظ سن کے دانیہ چونکی تھی وہی ولید کے الفاظ سن کے وہ لرز اٹھی تھی۔ اب اسکے ساتھ کیا ہونے والا تھا اسکا اپنا محافظ اسکو کس کے ہاتھوں سونپ رہا تھا۔

"ولید۔۔۔" دانیہ کے منہ سے نکلا تھا۔۔ کیا کچھ نہ تھا اس آواز میں۔ تڑپ، مان، التجاء، فریاد۔۔

تبھی فرحان نے کال کاٹ دی تھی۔

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial

"چلو اب تو آپکو تسلی ہو گئی ہے ناں کہ آپکے شوہر کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپکو جہاں مرضی لے کے جاؤں۔ سوئیٹ ہارٹ۔۔" فرحان نے اسکو آنکھ دباتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

"گاڑی روکو پلیز۔۔" دانیہ نے روتے ہوئے اس سے التجاء کی تھی۔

"اب یہ اپنے فلیٹ پہ ہی جا کے رکے گی بے بی۔" فرحان نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ دانیہ کے پاس اپنی عزت کی حفاظت کی دعا کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

دوسری طرف ولید اس سب کا ذمے دار دانیہ کو مانتے ہوئے غصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ غصہ انسان کا بہت بڑا دشمن ہے جو انسان کے بہت بڑے نقصان کروا دیتا ہے جسکا خمیازہ اسکو بھگتنا پڑتا ہے اور کبھی کبھار یہ نقصان نا قابل تلافی ہو جاتا ہے شاید یہی ولید کے ساتھ ہونے جا رہا تھا۔۔

ولید فون سننے کے بعد بے چین سے ہو کے پارکنگ میں کھڑی آیا تھا۔

تبھی اسکو کچھ دیر پہلے والی گونجی کانوں میں سنائی دی تھی۔

"ولید۔۔" دانیہ نے اسکو پکارا تھا۔ کیسی تڑپ تھی اسکی آواز میں۔۔

کھ دیر پہلے اسکو اور دانیہ کو ایک بندھن میں باندھا گیا تھا۔ نکاح ہوا تھا اسکا ولید سے اب وہ دانیہ ولید حسن ہے۔۔ اسکی بیوی اسکی عزت۔

"پتہ نہیں فرحان نے اسکو گھر چھوڑا ہو گا یا نہیں۔۔" ولید سوچتے ہوئے گاڑی کو مین روڈ پہ لایا تھا۔۔ غصہ کم ہوا تو اسکے اعصاب نے کام کرنا شروع کیا تھا۔ یونہی بے شمار سوچیں اسکے ذہن میں آنے لگی تھی خود کو اور دانیہ کو لے کے۔۔

"یہ اس دن کی تصویریں تھی جس دن ماما اور بابا کی انیورسری تھی۔ وہ اس دن بلیک ڈریس میں تھی۔" ولید کے ذہن میں اب سوچیں آنا شروع ہوئی تھی۔

"ہاں جس دن فرحان نے اسکو بلیک ڈریس میں دیکھ کے بکواس کی تھی۔۔۔ ہاں اس دن۔۔" ہاں ولید اسٹیرانگ پہ ہاتھ مارتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔

"فرحان۔۔۔" ولید کے دماغ میں کچھ کھٹکا تھا اسنے فرحان کا نام لیا اور گاڑی کے ٹائر چرچراہٹ کے ساتھ رک گئے تھی۔

"دانیہ ابھی فرحان کے ساتھ ہے۔۔۔ میں کیسے بھول گیا۔۔ میں کیسے اسکو فرحان کے ساتھ چھوڑ سکتا ہوں بھلا۔۔" ولید نے غصے سے اسٹیرانگ پہ ہاتھ مارتے ہوئے موبائل اٹھایا تھا۔۔ بیل جا رہی تھی اسی طرح ولید کا دل بھی دھڑک رہا تھا۔۔

"میں اور علیزے دانیہ کو اپنے فلیٹ میں۔" فرحان کے الفاظ ولید کے کانوں میں گونجے تھے ساتھ ہی ایک پکار بھی گونجی تھی "ولید"۔۔

"فون اٹھاؤ فرحان۔۔۔ اگر کچھ غلط ہوا تو میں جان لے لونگا تمہاری بھی خود کی بھی۔۔" ولید بے بسی سے بالوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔۔ اب

وہ فل سپیڈ سے گاڑی فرحان کے فلیٹ کی طرف بڑھا رہا تھا جو اسی مین روڈ کے لاسٹ میں واقع سوسائٹی کا فلیٹ تھا۔

"اترو گاڑی سے جانِ فرحان۔" فرحان خباثت سے کہتا ہوا پارکنگ میں گاڑی روک کے دانیہ کی طرف آیا تھا۔ رات کا اج رہا تھا پارکنگ میں کوئی ذی روح دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"کک کہی نہیں جاؤں گی۔۔ مم۔۔ میں تمہاری ساتھ۔ تم۔۔ تم ولید کو کال کرو۔۔" دانیہ کو تو خوف سے برا حال تھا وہ اسکے ارادے بھانپ چکی تھی۔

"ارے پھر وہی ولید ولید۔۔۔ کیا ایک ہی رٹ لگائی ہوں۔۔" فرحان نے اب غصے سے کہا تھا۔ دانیہ گاڑی کے دوسرے دروازے سے جا لگی تھی۔

"دیکھو مجھے غصہ نہیں دلاؤ میں کہہ رہا ہوں باہر نکلو۔۔ ولید ولید کر کے میرا دماغ نہ خراب کرو اور ویسے بھی تم بھول رہی ہوں کہ اسنے تمہیں خود میرے ساتھ بھیجا ہے۔۔ نکلو باہر۔۔" فرحان نے اب چیختے ہوئے کہا تھا۔ جب دانیہ بھی پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔

"دی۔۔ دیکھو تم۔۔۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے مجھے گھر جانے دو۔۔ تمہیں میری بات سمجھ کیوں نہیں آ رہی۔۔ میں ولید کی بیوی ہوں۔۔۔ جانے دو مجھے۔۔" دانیہ نے روتے ہوئے اسکی منت کی تھی۔

"بکواس بند کرو اب اگر ایک بار بھی تم نے ولید کا نام لیا تو میرے سے برا نہیں ہو گا کوئی۔۔"فرحان نے ایک تھپڑ مارتے ہوئے دانیہ کو وارن کیا تھا۔۔۔جو سسکتی منہ پہ ہاتھ رکھ گئی تھی۔۔اس سے پہلے کہ وہ اپنے شیطانی منصوبے پہ عمل کرتا ہوا اس پہ جھکتا تبھی ایک آواز گونجی تھی۔۔جس نے مرتی دانیہ کے اندر زندگی کی لہر دوڑا دی تھی۔

"دانیہ۔۔۔۔"شدت سے یہ نام پورے پارکنگ ایریا میں گونجا تھا۔۔

ساتھ میں قدموں کی دھمک بڑھ رہی تھی جو دانیہ کے دل کی دھڑکن کے ساتھ ساتھ ابھر اور ڈوب رہی تھی۔۔دانیہ نے پورا زور لگا کے اس دیوار جیسے وجود کو خود سے دور کیا تھا۔۔

"وو۔۔۔ولی۔۔۔"دانیہ روتے ہوئے چیخی تھی۔۔اسکے روتے وجود پہ جب ولید کی نظر پڑی تو وہ اندر تک دہل گیا تھا۔۔۔ہاں وہ اندر سے مر گیا تھا۔۔ایک پل کو تو اسکی سانس جیسے رک گئی تھی۔۔اسکی دانیہ۔۔۔ہاں اسکی بیوی۔۔اسکی محبت جس سے وہ اتنے دنوں سے منہ موڑ رہا تھا وہ کوئی اور جذبہ نہیں تھا بلکہ محبت ہی تھی۔

وہ کس حال میں اسکے سامنے تھی اسکا مرنا تو لازم تھا ناں۔۔۔ڈوپٹہ جو کچھ دیر پہلے اسکے خوبصورت چہرے کو چار چاند لگا رہا تھا اب دور گرا پڑا تھا۔بال بکھرے ہوئے تھے آنسو بہہ بہہ کے ماتم کر رہے تھے۔آنکھیں الگ شکووں اور التجاؤں اور کچھ دیر

پہلے ٹوٹی قیامت کی داستان سنا رہی تھی۔ گال پہ پڑے تھپڑ کا نشان الگ اپنا درد بتا رہا تھا۔ ولید کی دانیہ۔۔۔ تو کیا وہ سوچ رہا تھا ویسا ہی ہوا تھا وہ فرحان۔۔۔

ولید چیختا آگے بڑھا تھا۔

"تمہاری جرات کیسے ہوئی میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی۔۔ بول کمینے انسان۔۔" ولید کی حالت بیان سے باہر تھی وہ آتے ہی فرحان کے بیداردی سے مارنے لگ گیا تھا۔ سہمی ہوئی دانیہ بمشکل گاڑی کا سہارا لیتے اٹھی تھی اور پیچھے سے ولید کی کالے جیکٹ کو پکڑ لیا تھا کہ وہ کہی پھر سے نہ چلا جائے۔۔۔ ولید نے اسکی پکڑ کو محسوس کیا تھا تو بے بسی سے آنکھیں میچ گیا تھا اسکا ڈر سمجھ کے۔۔۔

"میری بات سب میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ولید پاگل نے بن۔۔۔" فرحان نے خود کو چھوڑایا تھا۔۔ جو اس وقت کہی سے بھی ولید نہیں لگ رہا تھا ایک جنونی تھا وہ۔۔۔

"ولید۔۔" دانیہ بدقت بولی تھی۔۔ اس کی آواز میں موجود تڑپ سن کے وہ فرحان کو زمین میں دھکا دیتے ہوئے اپنی دانیہ کی طرف مڑا تھا۔

"دانیہ۔۔ تم۔۔ تم ٹھیک ہو ناں۔۔" ولید نے اسکو پاس کرتے ہوئے دیوانہ وار اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا تھا۔ تب اسکی نظر اسکے ہونٹ کے کنارے پہ پڑی جہاں خون کی بوند اس تھپڑ کا نتیجہ تھی۔۔ ولید ضبط سے آنکھیں میچ گیا تھا۔۔ تبھی اسنے اچانک مڑتے ہوئے نیچے پڑے فرحان پہ اپنے بھاری بوٹوں کی ٹھوکر پہ رکھا تھا۔۔

"مم۔۔مجھے گھر جانا ہے۔۔میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔۔" تبھی دانیہ کے چیخنے سے وہ ہوش میں آتا فرحان کو ادھ موا چھوڑ کے دانیہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"دانیہ میں آگیا ہوناں تم اب ڈرو مت۔۔" ولید نے اسکو تسلی دی تھی۔ فرحان ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھ کے وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ دانیہ سہمی اسکے ساتھ لگ گئی تھی۔۔۔ اسکی جیکٹ کو زور سے پکڑ لیا تھا۔ ولید کی گرفت پہ مبضوط ہوئی تھی۔ ولید فرحان کو بھگانا جان چکا تھا مگر اس وقت سامنے کھڑی اسکی زندگی زیادہ اہم تھی۔ کیونکہ فرحان کو تو وہ معاف کرنے والا نہیں تھا۔۔

"کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ میں آگیا ہو۔۔ بس بس۔۔۔" ولید اسکو ساتھ لگائے اسکے سسکیوں پہ اسکو تسلی دے رہا تھا۔

اور دانیہ بس یہ سوچ سوچ پاگل ہو رہی تھی کہ اگر ولید نہ آتا تو۔۔۔ اسنے ضبط سے آنکھیں بند کرتے ہوئے خود کو مزید ولید میں بھینچا تھا۔ جیسے کوئی ابھی آکے اسکو ولید سے لے جائے گا۔۔ اسکی پناہوں وہ پر سکون تھی۔ تبھی ایک جملہ اسکے کانوں میں گونجا تھا۔

"میری طرف سے جہاں مرضی لے کے جاؤ۔۔ اب مجھے فون نہ کرنا۔۔" ولید کا کچھ دیر پہلے کہا گیا جملہ۔۔ وہ ایک پل کی بھی دیر کہے بنا ولید کے حصار کو توڑتی پیچھے ہٹی تھی۔

"دانیہ۔۔" ولید اسکے یوں دور ہونے پہ تڑپا تھا۔۔

"مر گئی دانیہ۔۔لے لیا مجھ سے تم نے اپنا انتقام۔۔" دانیہ چیخی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو تم۔۔ فضول باتیں کیوں کر رہی ہو۔۔" ولید اسکی سوجھی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ٹوٹے لہجے میں بولا تھا۔

"ہاں فضول باتیں۔۔ میں بھی فضول میری باتیں بھی فضول۔ ولید تمہیں زرا خیال نہیں آیا خود کی بیوی کو کسی کے سپرد کرتے ہوئے۔" دانیہ آخر میں رو پڑی تھی۔

ولید تڑپا اٹھا تھا۔ اسکے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اسکا دوست اسکی عزت کے ساتھ یوں کرے گا۔۔

"دانیہ پلیز تم پر سکون ہو جاؤ پہلے پھر ہم بات کرتے ہیں۔ میں آ گیا ہوں۔ اب کچھ برا نہیں ہو گا۔" ولید نے خود پہ قابو پاتے کہا تھا۔

"ہاں اب تم آ گئے ہو یہی تو برا ہوا ہے۔۔ کیوں میری زندگی خراب کر رہے ہو ۔۔ میرا کیا قصور تھا۔۔ میرے پاس میری ذات کا مان ہی تھا۔۔۔ تم۔۔۔ تم نے آج وہ بھی چھین لیا۔۔" دانیہ نے ولید کا گریبان پکڑتے ہوئے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہا تھا۔ ولید بی یقینی سے اسکو دیکھ رہا تھا کہ وہ اسکو اتنا گرا سمجھتی ہے۔

"بھلے ہی تم نے مجھے قبول نہیں کیا مگر تھی تو میں تمہاری بیوی جسکو تم نے اپنے دوست کے ہاتھ میں تھما دیا کہ جی بہلا۔۔۔" دانیہ دھاڑی مگر اسکا جملہ مکمل نہ ہو سکا تھا۔

"بس۔۔۔ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے نکلا تو تمہاری جان لے لونگا میں۔۔۔" ولید دانیہ سے اونچی آواز میں چیخا تھا۔ اور اسکے دنوں بازوں کو اپنے ہاتھوں میں دبوچا تھا دانیہ کو جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔۔

"مزید بکواس کی تو میں اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلہ دباؤں گا۔۔ میں یہ کر بھی سکتا ہوں بقول تمہارے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔" آخری بات ولید نے زخمی انداز میں کہی تھی۔ دونوں کے درمیان چھائی خاموشی کا دورانیہ چند پل پہ محیط تھا۔ خاموشی کو دانیہ کی آواز نے توڑا تھا۔

"ولید۔۔۔مجھے طلاق چاہیے۔۔" دانیہ نے فیصلہ سنایا تھا۔ ولید جو اسکا ہاتھ پکڑے آگے بڑھ رہا تھا ڈگمگایا تھا۔ دل کی دنیا لٹ گئی تھی۔ ولید نے ضبط سے آنکھیں میچی تھی۔ دانت پیستے ہوئے دانیہ کی ہاتھ پہ بھی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔

"بہتر ہے کہ ہم اس وقت مزید کوئی بات نہ کریں۔۔ کیونکہ ہم دونوں اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں ہیں۔" ولید نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

"نہیں بات تو ابھی ہو گی۔۔ ورنہ کل میں خود یہ بات سب بڑوں سے کر لونگی۔ تاکہ یہ الزام بھی میری پہ آجائے۔" دانیہ آر یا پار والا انداز اختیار کئے کھڑی تھی۔

"دیکھو دانیہ۔۔ تم بات سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہی ہو۔" ولید نے اسکا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا تھا۔ جہاں دانیہ کی آنکھوں میں بدگمانیوں کا ٹھاٹے مارتے سمندر بہہ رہا تھا۔

"بے فکر رہیں مسٹر ولید کچھ دیر پہلے میری ذات کا مان چھیننے والے واقعہ کا ذکر نہیں کرونگی۔ آپ پہ کوئی بھی الزام لگائے بغیر باعزت آپکو اس نکاح کی قید سے بری کروا دونگی۔" دانیہ نے ہر ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

اس وقت وہ کوئی بھی بات سننے اور ماننے کی موڈ میں ہرگز نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے تم ایک ہفتے کا وقت دو۔" ولید نے چند لمحے کے توقف کے بعد یہ جملہ ادا کیا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی دانیہ کے لبوں پہ زخمی مسکراہٹ آئی تھی اور آنکھیں نمی سے روشن ہوئی تھیں۔

گھر پہنچنے تک وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی۔ کیونکہ اگر آج وہ کمزور پڑ جاتی تو شاید آگے چل کے بھی اسکو کوئی خمیازہ بھگتنا پڑے۔ گھر آچکا تھا۔ تبھی گاڑی رکی اور خاموشی کو ولید کی بے تاثر آواز نے توڑا تھا۔

"میں نہیں چاہتا کہ اس بارے میں کسی کو کچھ پتہ چلے۔ تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی مجھے ایک ہفتے کا وقت دو۔ مگر اس بار تم پہ ایک حرف بھی نہیں آنے دونگا۔" ولید نے دانیہ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جو اس پہ ایک نظر بھی ڈالنے کو تیار نہ تھی۔ کچھ کہے بنا وہ گاڑی کا دروازہ کھول کے اندر جا چکی تھی۔

ولید نے اسکے اندر جاتے ہوئے سر کو سیٹ کی پشت پہ گرا دیا تھا۔ آگے کی سوچ ہی اسکو ہلکان کر رہی تھی۔ پچھلے چند گھنٹوں میں اسکی زندگی کیا سے کیا ہو گئی تھی۔ جس

جذبے کو چھپاتا وہ کئی مہینوں سے پھر رہا تھا پھر اسکے لٹ جانا کا غم تھا۔ پھر جب وہ محبت قسمت میں لکھی

دی گئی تو سب کچھ غصے کی نذر کر کے بیٹھا رہا اور جب ان جان لیوا لمحوں میں محبت کا جاندار انکشاف ہوا تو دانیہ کی بات نے اس احساس کو محسوس بھی نہ کرنے دیا تھا۔ تھکا ہارا وہ گھر پہنچا تھا سب اس وقت سو رہے تھے۔ اچھا بھی تھا کیونکہ وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سب کچھ بیڈ پہ پھینکتا وہ خود بھی ڈھیر ہو گیا تھا۔ سوچوں نے دماغ کا سکون تباہ کر رکھا تھا۔ موبائل اٹھا کے کسی کو میسج کیا تھا اور پھر سوچتے سوچتے نجانے کونسے پہر اسکی آنکھ لگی تھی۔

اگلی صبح سنیعہ بیگم کی پکار پہ اسکی آنکھ کھلی تھی۔

"ماما آپ۔۔ مجھے بلا لیتی آپ۔۔" ولید نے نیند سے بوجھل آنکھیں کھولتے ہوئے سنیعہ بیگم سے کہا تھا جنکا دل اپنے جگر کے ٹکڑے کو اس حال میں دیکھ کے خون کے آنسو رو رہا تھا۔

"میری جان کیا حال بنا رکھا ہے تم نے۔ احمر تمہیں دوبار دیکھ کے جا چکا ہے۔" سنیعہ بیگم نے آبدیدہ لہجے میں کہا تھا۔

"ماما میرا یقین کریں میرا اس میں کوئی قصور نہیں۔۔ میں یہ سب نہیں کیا۔ کیا آپکو لگتا ہے آپکا ولید ایسا کر سکتا ہے۔۔" ولید نے ایک ہی سانس میں انکا ہاتھ پکڑ کے افسردہ لہجے میں سوالات کئے تھے۔

"نہیں میری جان مجھے پتہ ہے جو کچھ بھی ہوا وہ میرے بیٹے نے ہر گز نہیں کیا۔ میرا ولید ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ مجھے اپنے بیٹے پہ پورا یقین ہے۔" سنیعہ بیگم نے پر شفقت لہجے میں کہتے اسکی پیشانی کو چوما تھا۔

"ماما تو پھر آپ بابا۔۔ آپ بابا کو بھی سمجھائیں ناں۔ وہ مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔ احسان انکل کو یقین دلائیں ناں۔۔ آپ کیوں نہیں بتاتی سب کو میرا اس میں کوئی قصور نہیں۔۔" بے بسی سے کہتے ہوئے اسکی آواز اونچی ہوئی تھی۔

تبھی احمر اندر داخل ہوا تھا۔

"ماما آپ جا کے اسکے لیے ناشتہ بنوائیں میں اسکو لے کے آتا ہوں۔" احمر نے اندر آتے ہوئے سنعیہ بیگم سے کہتے انکو جانے کا کہا تھا۔

"ولید سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا تم بس حوصلہ رکھو۔" احمر نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہو گا اب۔۔ آپکو پتہ کل رات اسنے مجھ سے کیا کہا؟؟ وہ مجھ سے طلاق مانگ رہی تھی۔۔" ولید نے بتاتے ہوئے احمر کو حیران کیا تھا۔

"وہ ابھی غصے میں ہو گی۔ میں بات کرونگا۔۔ تم میری بات۔۔۔" احمر نے اسکو تسلی دیتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا مگر ولید نے اسکی بات کاٹی دی تھی۔

"نہیں کل رات جو ہوا اس میں ساری میری ہی غلطی تھی مگر مجھے کبھی اندازہ نہیں تھا کہ کچھ ایسا ہو گا میں مر کے بھی ایسا نہیں سوچ سکتا تھا۔۔ وہ بھی مجھے سمجھ نہیں رہی آپ ہی سمجھ لیں۔۔ وہ میرے لیے سب کچھ ہے۔" ولید نے بے بسی سے کہتے اپنے

سر کو دونوں ہاتھوں میں گرا لیا تھا وہ اس وقت بلکل چھوٹا بچہ لگ رہا تھا جسکو قیمتی چیز کے چھن جانے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔۔ کل رات ؟؟ کیا ہوا؟" احمر نے ولید کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔ تو ولید نے اسکو کل رات والی ساری بات سنا دی تھی۔

"اف خدایا۔۔۔ پہلے کیا کم مسائل ہوئے تھے۔ اب یہ سب۔۔ میں اس انسان کو چھوڑوں گا نہیں۔۔" احمر کو بھی طیش آیا تھا۔

"آپکو کیا لگتا ہے وہ اس شہر میں ہو گا۔۔ کبھی بھی نہیں وہ مجھے جانتا ہے کہ کوئی میری چیز کو نظر اٹھا کے بھی دیکھ لے تو میں کیا حشر کرتا ہوں یہ تو میری عزت تھی۔۔ میں جب تک اس سے اس چیز کا حساب نہ لے لوں مجھے سکون نہیں آئے گا۔۔" ولید طیش میں بولا تھا۔

"تو کیا جو کل سب کچھ ہوا کیا اس میں بھی اس شیطان کا ہاتھ ہے ؟" احمر نے پر سوچ انداز میں کہا تھا۔

"بھائی میں ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔ وہ اس قدر گر جائے گا میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔۔ میں کل رات سے ہی اسکا پتہ کروا رہا ہوں مگر اسکی کوئی اطلاع نہیں مل رہی۔۔ مگر میں اسکو چھوڑوں گا نہیں۔" ولید پھنکارا تھا۔

"ولید غصے میں تم کچھ الٹا سیدھا مت کرنا۔" احمر اسکے غصے سے واقف تھا۔

"اور کیا تم دانیہ کو طلاق دے دو گے۔" احمر نے کچھ سوچتے ہوئے ولید سے پوچھا تھا۔ ولید خاموش تھا صرف ایک نظر اسنے اپنے باپ جیسے بھائی کو دیکھا تھا۔۔ اس نظر کا مطلب احمر سمجھ چکا تھا اور ہاتھ بڑھا کے اسنے ولید کو ساتھ لگا لیا تھا۔۔

آج اس واقعے کو پانچ دن گزر گئے تھے۔ دانیہ کا بخار نہیں جان چھوڑ رہا تھا۔ سب نے اسکو ہاتھوں کا چھالہ بنایا ہوا تھا۔ سب لوگ وقتاً فوقتاً دانیہ کے پاس جاتے رہتے تھے سوائے ولید کے۔۔ آج چھٹا دن تھا ان دنوں وہ فرحان کو ہر جگہ ڈھونڈ چکا تھا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ علیزے سے بھی وہ پوچھ تاچھ کر چکا تھا مگر اسنے نہایت چالاکی سے یہ کہہ کر خود کو اس معاملے سے نکال لیا تھا کہ فرحان اسکو پہلے گھر ڈراپ کر چکا تھا۔ اور اس دن کے بعد ان دونوں کا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔

دوسری طرف ان تصاویر والا معاملہ جوں کا توں تھا۔ ولید کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا ۔شام کے سائے گہرے پھیل رہے تھے۔ ولید نے کچھ سوچتے ہوئے معیز کو میسج کر کے کچھ پوچھا تھا۔ اور گاڑی کی سیٹ پہ سر ٹکا کے باہر بھاگتے دوڑتے نظارے دیکھنے میں مگن ہو گیا تھا۔ دل بے حد اداس تھا۔ تبھی میسج کی ٹون بجی تھی۔ اسنے بے ساختہ شکر ادا کرتے ہوئے سن گلاسز پہنے اور گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔ دس منٹ کے بعد گاڑی کو اسنے احسان صاحب کے گھر کے سامنے روکا تھا۔ اور اندر چلا گیا تھا۔ سامنے ہی لاونج میں معیز بیٹھا تھا۔

"اسلام علیکم۔ کیسے ہیں۔" معیز نے ولید کو اندر داخل ہوتے دیکھا اور پوچھتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔ میں ٹھیک ہوں تم سناؤ۔" ولید نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا تھا۔

"ماما پاپا کچھ دیر پہلے مارکیٹ میں کسی کام سے گئے ہیں آپی دوا کھا کے سو گئی ہیں۔" معیز نے ولید کو بتایا تھا۔

"میں دانیہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور تم فکر مت کرو میں پھوپھو اور انکل کے آنے سے پہلے چلا جاؤنگا اور جاتے ہوئے انکل سلیم (چوکیدار) کو بھی سمجھا جاؤنگا۔" ولید نے اسکے چہرے پہ فکر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ کیونکہ دونوں کو ہی پتہ تھا کہ حالات کس نہج پہ تھے۔ نہ ہی ولید نے اس دن کے بعد سے آکے فاطمہ اور احسان سے بات کی تھی جس سے انکو تسلی ہی ہو جاتی۔ لڑکی کے والدین ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ ایسے باتوں پہ پھولتے نہیں سماتے جب انکے داماد انکی بیٹیوں کی سب خواہشات کا احترام کرتے ہوئے انکو زندگی کی سب سہولیتں فراہم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو انکا فرض ہوتا ہے۔

"جی بھائی۔" معیز نے ہولے سے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ ولید بھی دانیہ کے کمرے کی جانب چلا گیا تھا۔ دو کمرے چھوڑ دانیہ کا کمرہ تھا۔ ولید نے کمرے کا دروازہ کھولا تھا اندر لائٹ بند تھی۔ کھڑکی کے پردے سرکے ہوئے تھے جس سے چھن کے آتی روشنی سے کمرہ تھوڑا سا روشن تھا۔ ولید اندر داخل ہوا تھا۔ بیڈ پہ بے سدھ لیٹے وجود پہ نظر پڑی جس وجود میں آجکل اسکی جان اٹکی ہوئی تھی۔ اس ایک نظر سے اسکو اندر تک

سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔ وہ دو قدم چلتا کھڑکی کے پاس گیا اور ہاتھ بڑھا کے پردہ ہٹایا تھا۔ تو روشنی اور بڑھ گئی تھی۔ مگر وہ بے سدھ سوئی ہوئی تھی شاید دوائی کا اثر تھا۔ ولید بیڈ کے پاس گیا اور اسکے پاس ہی بیٹھ گیا اور نظروں کے راستے اسکی صورت دل میں اتارنے لگا تھا۔ کتنی کمزور لگ رہی تھی ولید کے دل کو دھچکا لگا۔

اور ہاتھ بڑھا کے اسکے چہرے کو چھوا تھا۔ ایک فیصلہ جو اسنے چھ دن پہلے لیا تھا اسکو ہر دم افسردہ کیا ہوئے تھا۔ پیار سے اسکا چہرے تکتے ہوئے اسکا ہاتھ اٹھا کے اپنے سینے پہ بائیں جانب اس مقام پہ رکھ چکا تھا جہاں آجکل اسکے نام کی مالا جھپی جاتی تھی۔

"دانی۔۔۔ ولید کی دانی۔۔" بد دقت یہ الفاظ ادا کئے تھے ولید نے ساتھ ہی ایک آنسو ٹوٹ کے گرا تھا جو ولید کی شرٹ میں ہی جذب ہو کے دم توڑ گیا تھا۔ وہ جھکا اور دانیہ کی پیشانی پہ بوسہ دیتے اٹھ کے باہر چلا گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کوئی لمحے اسکو اسکے کئے ہوئے فیصلے سے دستبردار کر دے۔

ساتویں دن کا سورج اپنی آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا تھا مگر شاید کچھ لوگوں کی زندگیوں میں یہ روشنی اندھیرے میں بدلنے والی تھی۔ صحیح معنوں پہ قیامت تب ان لوگوں پہ ٹوٹی جب ولید کے کمرے سے اسکی جگہ ایک لفافہ برآمد ہوا تھا۔ اس وقت سب احسان صاحب کے لاونج میں سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اور احمر کے ہاتھ میں وہ کاغذ کا ٹکڑا تھا جس نے سب کے لبوں پہ تالے لگا دیئے تھے۔

"آپ سب سے دور جانے کا فیصلہ میرے لیے آسان ہر گز نہیں تھا مگر کچھ وجوہات کی بنا پہ یہ کرنا لازمی ہے۔ میں آپ لوگوں کی آنکھوں میں جب وہ سوالات دیکھتا ہوں تو میرا دل بے چین ہو اٹھتا ہے۔ مجھے ان سب سوالات کا جواب ڈھونڈنا ہے۔ ان الزامات کی تردید کرنی ہے جو مجھ پہ لگانے کے ساتھ ساتھ میری پاکباز کزن اور جو اب میری زندگی کا اہم حصہ ہے اس پہ لگائے گے۔ مجھے ان سب کو دھونا ہے۔ اس سب میں مجھے نہیں پتہ کتنا وقت لگے۔ مجھے اور آپکو نجانے کیا کیا سہنا پڑے مگر میں آپ سب کی آنکھوں کی بے اعتباری نہیں برداشت کر سکتا۔ میں کہاں جا رہا ہوں یہ بتانا بلکل ضروری نہیں مگر آپ سب سے بہت دور جا رہا ہوں۔ اور آپ کے پاس اپنی ایک امانت چھوڑے جا رہا ہوں۔ اپنی بیوی اپنی عزت۔ امید ہے کہ اسکی آپ سب اپنی جان سے زیادہ حفاظت کریں گے۔۔ خدا حافظ۔"

کسی کے پاس دوسرے کو حوصلہ دینے کے لیے الفاظ نہیں تھے۔ سبکے ذہنوں میں ایک جملے کی بازگشت تھی اپنی امانت چھوڑے جا رہا ہوں۔

"میں آپ سے ایک چیز مانگنا چاہ رہی ہوں جھولی پھیلا کے۔ مجھے پتہ ہے یہ کتنا مشکل ہے اور وہ بھی اس وقت میں جب میرا بیٹا بھی منظر سے غائب ہو چکا ہے۔ مگر مجھے اپنی تربیت پہ پورا یقین ہے کہ وہ ہم میں سے کسی کو رسوا نہیں کرے گا۔ بھائی صاحب میری دانیہ کو میرے ساتھ بھیج دیں اسکے گھر۔ میں اپنے ولید کی امانت کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ تو میرے آنکھوں کے سامنے نہیں ہو گا۔ مگر دانیہ کا

وجود میرے لیے ایک سہارا ہو گا ایک امید ہو گا۔" آخری میں سنیعہ بیگم رو پڑی تھیں۔

چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ بلند و بالا بلڈنگ رات کے اس پہر خوفناک منظر پیش کر رہی تھی۔ وہ جونہی آگے بڑھ رہا تھا نسوانی چیخ و پکار اسکو سنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز اسکو بہت مانوس لگی تھی وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا۔ وہ دیوانہ وار بھاگتا جا رہا تھا ۔ نسوانی چیخوں کی آواز اسکے دل پہ ضرب کی طرح پڑ رہی تھی۔ کلیجہ پھٹ رہا تھا۔ وہ آواز کے تعاقب میں اندھا دھند بھاگتا جا رہا تھا۔ سامنے جب اسکی نظر پڑی تو وہ تڑپ اٹھا تھا۔ ہاں وہی تھی جس میں اسکی جان اٹکی ہوئی تھی۔ جو اثاثہ حیات تھی۔ اسکی زندگی سنوارنے والی۔ جس کو محرم بنانے کی خواہش ہی مقصد حیات تھی۔ کوئی درندہ اسکو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہ رہا تھا وہ اسکی گرفت میں مچل رہی تھی۔

"کوئی ہے بچاؤ۔" التجا بلند ہوئی تھی۔ التجاؤں کا سلسلہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔ آنسوؤں سے آنکھیں تر تھیں۔

"نہیں۔۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ میں۔۔۔ میں ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔ بے چینی سے تکیہ پہ سر پٹخ رہا تھا۔ چیختا ہوا وہ ہڑبڑا اٹھا تھا۔ ارد گرد دیکھا تو وہ اپنے کمرے میں تھا۔ چند لمحے تو سمجھ نہیں آئی۔ اتنا بھیانک خواب۔ کمرے میں ائر کنڈیشنر آن ہونے کے باوجود بھی اسکا چہرہ پسینے سے تر تھا۔

بے چینی سارے وجود میں پھیل گئی تھی ہاتھ بڑھا کر اسنے لائٹ آن کی تھی۔ تیز روشنی آنکھوں میں چبھ گئی تھی۔ بیڈ کی سائیڈ پہ پڑا موبائل اٹھایا۔ پاس کوڈ ڈال کے ہوم سکرین پہ جو چہرہ نظر آیا وہ اسکی زندگی تھا۔ کچھ سوچ کر میسج ٹائپ کیا اور سینڈ کر دیا۔

جب تک جوابی میسج وصول نہیں ہونا تھا اسکو نیند کہاں آنی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد میسج کا جواب آیا تھا۔ ساتھ ایک تصویر موصول ہوئی تھی۔ معصوم سا چہرہ جو اس وقت نیند کی وادی میں اترہوا تھا۔

اسنے سکون کا سانس لیا تھا۔ اور موبائل ایک طرف رکھ کے خود وضو کرنے واش روم میں گھس گیا تھا۔

حکم تیرا ہے تو تعمیل کئے دیتے ہیں
زندگی ہجر میں تحلیل کئے دیتے ہیں
تو میرے وصل کی خواہش پہ بگڑتا کیوں ہے
راستہ ہی ہے چلو تبدیل کئے دیتے ہیں

♡

وقت کا کام ہے گزرنا تو وہ گزرتا رہتا ہے۔ ولید نے یہ فیصلہ دانیہ کی ضد کے آگے مجبور ہو کے کیا تھا۔ تین سال کا عرصہ بیتنے کو آیا تھا ایک دن وہ بھی سکون سے نہیں رہا تھا۔ راتوں کو خواب سے جاگ جاتا تھا تو دانیہ کا نام پکار اٹھتا تھا۔ جگہ جگہ دانیہ کا گمان ہوتا تھا۔ محبت دن بدن شدت پکڑتی جا رہی تھی۔ دل کرتا تھا بھاگ کے چلا جائے۔ کہی سکون نہیں مل رہا تھا۔ دانیہ کا بھی سکون روٹھے عرصہ ہو گیا تھا۔ وہ سنیعہ بیگم کے ساتھ آگئی تھی۔ سنیعہ بیگم سمیت گھر کے ہر ایک فرد نے اسکو ہاتھ کا چھالا بنا رکھا تھا۔ دانیہ نے ماسٹرز کے بعد خود کو گھر تک محدود کر رکھا تھا۔ سارا دن گارڈن میں لگے پودوں کے ساتھ دل بہلانے کے ساتھ پھوپھو اور باقی گھر والوں کا خیال رکھنا اسکے دن کا اہم حصہ تھا۔ اور ایک سال بعد ایک ننھے پھول شیرو کی آمد اسکے لیے خوشگوار ثابت ہوئی تھی۔ یونہی اسکے دن گزر رہے تھے۔ کبھی کبھار ولید کے کمرے کے جانب قدم خوامخواہ اٹھ جاتے تھے تو وہاں بیٹھے وہ زارو قطار روتی تھی۔ ولید کو ڈھونڈتی سوال کرتی تھی۔

شاید عنقریب انکا انتظار ختم ہونے والا تھا یا بڑھنے والا تھا خدا جانے۔

تین سال بعد:

ہفتے کا دن تھا احمر بیٹھا ٹی وی لاونج میں اخبار پڑھ رہا تھا۔ تو دانیہ فریش جوس بنا کے لائی تھی احمر کے لیے۔

"اسلام علیکم بھائی۔ یہ لیں جوس۔" دانیہ نے سلام کرتے ہوئے جوس احمر کے آگے رکھا تھا۔

"وعلیکم اسلام۔ میری گڑیا۔۔ شکریہ۔" احمر نے پر شفقت لہجے میں کہا تھا۔

"شیرو اٹھ گیا ہے کیا؟" دانیہ نے احمر کے دو سالہ شیطان کے بارے میں پوچھا تھا جس میں اسکی جان بستی تھی۔ زارون احمر جس کو پیار سے دانیہ شیرو کہتی تھی۔

"ہاں اٹھ گیا ہے پھو۔۔ پھو کر رہا تھا۔ فلزہ اسکا پیمپر چینج کر رہی تھی۔ آجاتا ہے ۔" احمر نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ کیونکہ سب ان دونوں کے پیار سے واقف تھے۔ اس سے پہلے کہ دانیہ کچھ کہتی احمر کا فون بج اٹھا تھا۔ صبح سویرے یہ نمبر دیکھ کے احمر کا دل بے ساختہ بولا تھا کہ خدایا خیر۔

تبھی فلزہ شیرو کو لے کے باہر آئی تھی۔

"لو پکڑو سنبھالو اس کو۔۔۔ صبح اٹھتے ہی اگر پھو کی شکل نظر نہ آئے تو لڑکاریں ریں کر کے ماں کو بدنام کروا دیتا ہے پتہ نہیں میں کونسے ظلم کرتی ہوں اس پہ۔" فلزہ نے دانیہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو ہنستے ہوئے شیرو کو پکڑ چکی تھی جو اب پھو پھو کے پاس آکے اسکے بالوں میں منہ چھپا رہا تھا تبھی احمر موبائل لے کے باہر نکل چکا تھا۔

"سب ٹھیک ہے ناں؟؟ تم ٹھیک ہو؟" احمر نے فون کان سے لگاتے ہوئے چھوٹتے ہوئے پوچھا تھا۔ دوسری طرف سے جواب نے اسکو تسلی دینے کے ساتھ ساتھ ایک خوشخبری بھی دی تھی جس سے احمر جی اٹھا تھا۔

اتوار کا دن تھا سب لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مصطفی اور احمر کوئی کاروباری معاملات ڈسکس کر رہے تھے اور سنعیہ بیگم اور فلزہ اپنی گفتگو میں مصروف تھیں جس میں دانیہ بھی بیچ بیچ میں حصہ لے لیتی تھی مگر اسکی زیادہ توجہ سامنے بیٹھے شیر و پہ تھی جو کھیر کھا کم رہا ہے کھیل زیادہ رہا تھا اسپون کے ساتھ۔۔ تبھی کسی کا قد آور وجود لاونج میں اپنی مخصوص خوشبو لئے داخل ہوا تھا اور بلند آواز میں سبکو سلام کرتے بیٹھے ہوئے سب وجود کو گویا پتھر کا کر دیا تھا۔ سنیعہ بیگم کو یقین نہیں تھا آرہا تین سال بعد اپنے گھبرو جوان بیٹھے کو سامنے دیکھ کے جوان گزرے ماہ و سال میں وقت کے تھپڑوں کو سہنے کے ساتھ اور بھی خوبرو ہو گیا تھا یا صرف انکو لگ رہا تھا۔ وہی صاف و شفاف رنگت ، مضبوط کسروتی بازو، چوڑا سینہ، کشادہ پیشانی، بے خوف آنکھیں اور دراز قد اسکو سب سے منفرد بنا رہا تھا۔ چہرے پہ بڑھی ہوئی شیو اسکی سنجیدگی کو بڑھا رہی تھی۔ سنیعہ بیگم تیزی سے اسکے پاس آئی تھیں اور اسکے سینے سے لگ کے اپنی ممتا کی پیاس بجھا رہے تھیں۔ سب اپنی اپنی جگہ ساکن تھے۔ دانیہ کو بھی اپنی سانس اٹکتی محسوس ہو رہی تھی جو پچھلے تین سالوں میں اسکے دکھوں کی وجہ بنا تھا آج اسکا سامنے آگیا تھا۔ اسکو اپنا وجود سن ہوتا محسوس ہوا تھا۔ پھر وہ ہمت جمع کرتی خشک ہوتے حلق کو تر کرتی اٹھ کے کمرے میں بھاگی تھی۔ ماں کے گلے لگے ولید سے یہ منظر بھی چھپا نہیں تھا۔ کمرے میں آتے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھی۔

اب کیا ہونے والا تھا اس کے ساتھ؟ کیا وہ اسکو چھوڑ دے گا؟ کہاں رہا ہو گا؟ اپنی زندگی تو جی آیا ہو گا؟ مجھے کیوں سولی پہ لٹکائے رکھا۔؟ اب کیا میری بے بسی کا تماشہ دیکھنے آیا ہے؟؟۔ ایسے بے شمار سوالات تھے جسکا اسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

احمر سب کو ثبوت دیکھا چکا تھا۔ وہ سب باتیں جو ولید نے اسکو بتائیں تھیں اور ویڈیوز جس میں فرحان نے اپنے جرم کا اقرار کیا تھا۔ تین سال کے جان لیوا انتظار کے بعد بلآخر اسکو فرحان کا پتہ لگ گیا تھا جو پہلے کراچی اور پھر وہاں لندن چلا گیا تھا دو سال پہلے۔ فرحان کا تعلق کسی امیر گھرانہ سے نہیں تھا باپ اسکا زندہ نہیں تھا ماں بہن ہی تھیں اور نہ ہی انکا اپنا کوئی گھر تھا وہ اپنے ماموں کے گھر رہتے تھے۔ الیگل طریقے سے وہ دو سال پہلے بیرون ملک آیا تھا تو شہروں شہر گھوم کے آجکل لندن میں آباد تھا جب ولید کو اطلاع ملی تھی۔ فرحان نے نہ صرف اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تھا بلکہ معذرت بھی کی تھی۔

کہ کیسے اپنی بے عزتی کہ بدلہ لینے کے لیے اسنے دانیہ اور ولید کی تصاویر کو غلط رنگ دیا۔ اس رات جن فنکشن میں بے عزتی کے بعد وہ غصے سے نکلا تھا تو اپنی بائیک کی چابی اندر بھول آیا تھا چابی لینے آیا تو ولید کو دانیہ کا ساتھ دیکھا تبھی شیطانی منصوبہ ذہن میں آیا اور تصویریں لے کے اسکو عین احمر کے ولیمے اور دانیہ کے نکاح کے دن استعمال کر کے ولید سے اپنی بے عزتی کا حساب چکتا کیا۔ جب بدلے کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو دانیہ

کو دیکھ کے اسکا ذہن کچھ اور پلان بنا چکا تھا۔ مگر عزت کو خدا بچانے والا خدا ہے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد فرحان اب خوفزدہ ہو کے بھاگ نکلا تھا کیونکہ ولید سے مقابلے کی طاقت اس میں نہیں تھی۔

تین سال بعد وہ اب لٹی حالت میں تھا۔ نہ پاس کوئی کام تھا نہ کوئی ٹھکانہ۔ دوسروں کو دھوکہ دینے والا کے ساتھ بھی برا ہی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں جو دو گے وہی واپس آئے گا چاہے دھوکے دو چاہے خلوص۔ ولید اسکو دیکھ بے قابو ہو گیا تھا جسکی وجہ سے اسکے تین سال اور ایک معصوم لڑکی کی عزت پہ حرف آیا تھا۔ بمشکل فرحان کے دوستوں نے ولید سے چھڑوایا تھا۔ مگر اب ولید کو اسکی معذرت کا کیا کرنا تھا جو اسکی زندگی میں طوفان آگیا تھا وہ بہت کچھ بہا کے لے جا چکا تھا۔ علیزے کی بھی عزت افزائی اسکے والدین سمیت اسکے سسرالی رشتے داروں کے سامنے ولید نے کی تھی۔ وہ کہاں کسی کو معاف کرنے والا تھا۔ اور دانیہ کے گناہگاروں کو تو کبھی بھی نہیں۔

اس وقت سب احسان ولا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ولید سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ کبھی احسان صاحب کے طعنے شروع ہو جاتے تو کبھی فاطمہ بیگم ان تین سالوں میں اپنی بیٹی کے غموں کا حساب مانگنی لگ جاتی تھیں۔ ولید چپ بیٹھا ہوا تھا۔

"میں اس تکلیف کا مداوا تو نہیں کر سکتا۔ مگر اب آپ لوگ جو چاہے گے وہی ہو گا۔" مصطفی صاحب نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ولید انکا مطلب سمجھ گیا تھا تبھی تڑپ اٹھا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں آپ سب سے مگر اب میرا بولنا ناگزیر ہو چکا ہے۔ کوئی بھی مجھے سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہا۔ تین سال پہلے بھی کسی نے میری بات نہیں سنی تھی۔ مگر میں کچھ نہیں بولا۔ آپ لوگوں نے میری بے گناہی کا یقین تک نہیں آپکی سوال کرتی نظریں مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیتی تھیں۔ تب میں یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کیونکہ اس سب سے میرا دم گھٹتا تھا۔ میں کیا خوشی خوشی سب سے دور رہا تھا۔۔ نہیں میں بھی پل پل تڑپا ہوں۔ خود کو اسٹیبلش کرنے کے چکروں میں خود سے دن میں ہزاروں بار جنگ لڑنی پڑتی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا جب واپس جاؤں تو خالی ہاتھ جاؤں تاکہ آپ لوگ اسکو میری زندگی سے نکال نہ دے۔ آج ایک کامیاب بیرسٹر بن کر اپنی اور اپنی بیوی کی بے گناہی کا ثبوت لے کے آیا ہوں ۔وہ جس سے میری نکاح ہوا تھا وہ میری زندگی ہے۔ آپ لوگ اب اسکو کو چھیننے کی بات کر رہے ہیں۔ میں اس بار چپ نہیں رہوں گا۔ کیا غلطی تھی میری اس سب میں ؟ آپ سب بتائیں۔؟ کیا مرد کو تکلیف نہیں ہوتی؟ وہ بے حس ہوتا ہے کیا۔؟؟ اجازت چاہتا ہوں اب۔۔ مگر میری بیوی کو مجھ سے اب کوئی دور نہیں کر سکتا۔" ولید بولنے پہ آیا تو بولتا ہی چلا گیا تھا۔ تین سال کا غبار تھا ابھی تو اس دشمن جان کو بھی منانا تھا جو دن رات کی نیندیں حرام کئے ہوئے تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ باہر نکلتا احسان صاحب کی آواز گونجی تھی۔

"ٹھہرو۔ پہلی بار آئے ہو شادی کے بعد کچھ کھائے پیے بغیر ہی جاؤ گے کیا؟" احسان صاحب کی آواز پہ سب حیران ہوتے خوشی سے مسکرا دیئے تھے۔ ولید بھی خوشی سے مڑا تھا اور انکے گلے لگ گیا تھا۔

"اب میری بیٹی کو کوئی دکھ نہیں دینا ولید۔ مجھ میں اب مزید سکت نہیں ہے۔" احسان صاحب نے گزارش کی تھی۔

"انکل میں وعدہ کرتا ہوں اسکی جان سے بڑھ کر حفاظت کرونگا۔" ولید نے پختہ لہجے میں کہا تھا۔

"ممانی مجھے معاف کر دیں۔" ولید پاس بیٹھی فاطمہ بیگم کو اپنے ساتھ لگاتے بولا تھا۔

"بچوں سے غلطیاں ہوتی ہی رہتیں ہیں تم گمراہ نہیں ہوئے تو تمہاری معافی کے لیے یہی بہت ہے۔ میرا بچے اب میری دانیہ کو خوش رکھنا۔" فاطمہ بیگم نے اسکی پیشانی چومتے ہوئے کہا تھا۔

"چلیں جائے بیگم چائے پانی کا بندوبست کریں ہماری بیٹی کے سسرال والے آئے ہیں۔" احسان صاحب نے ہنستے ہوئے ماحول کو خوشگوار کیا تھا۔

"اوئے کھوتے باپ سے نہیں ملے گا۔" مصطفی صاحب نے نم آنکھوں سے کہا تھا جب سے ولید آیا تھا تب سے باپ کی بے رخی ہی سہہ رہا تھا۔

"بابا۔۔ آئم سوری۔۔ میں آپکا بہت نالائق بیٹا ہوں۔۔" ولید کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

"بلکل نہیں تو میرا بیرسٹر بیٹا ہے۔۔بیرسٹر ولید مصطفی۔"مصطفی صاحب نے فخر سے کہا تھا۔اور اپنے ساتھ صوفے پہ بیٹھایا تھا۔

"بیٹا ابھی اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔سب سے اہم کام میری بہن کو منانا ہے۔جو گھر بیٹھی ہوئی ہے۔"احمر نے اسے ہنستے دیکھا تو سرگوشی کی تھی۔

"اف اللہ بھائی کیا یاد کروادیا ہے۔۔وہ پوری شیرنی بنی گھوم رہی ہے۔"ولید نے کہا تھا۔

"ہاں تو خود کو بڑا شیر کہتا ہے بھگت اب۔۔ویسے تو کب سے ڈرنے لگ گیا دانیہ سے۔"احمر نے مذاق اڑایا تھا

"ڈرتا نہیں ہوں میں کسی سے وہ تو بس بیوی بن گئی ہے تو دل نہیں کرتا ڈانٹنے کو۔"ولید نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"صدقے جاؤں تمہاری منطق کے۔صرف بیوی بن گئی ہے یا کچھ اور بھی معاملہ ہے۔"احمر کونسا کم تھا۔بھائی کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"بھائی اب آپ یوں مجھے بلیک میل کروگے۔"ولید اب مصنوعی غصے سے بولا تھا۔ولید احمر سے وقتاً فوقتاً دانیہ کی تصویریں منگواتا رہتا تھا۔اس بات پہ احمر نے اس پہ چوٹ کی تھی۔

تبھی فاطمہ بیگم لوازمات کے ساتھ لاونج میں داخل ہوئی تھی۔

گھر واپسی پہ کافی رات ہو چکی تھی۔ ولید بہت خوش تھا۔ عرصے بعد وہ اپنا گھر تھا اپنوں کے بیچ جا رہا تھا۔ سب اندر کی جانب بڑھ گئے تھے ولید ایک نظر سارے گھر پہ ڈالتا اندر داخل ہوا تو آواز پہ رک گیا تھا۔ مصطفی صاحب کمرے میں جا چکے تھے۔

"پھوپھو مجھے گھر جانا ہے۔" دانیہ سامنے کھڑی تھی پاس ہی بیگ تیار پڑا تھا۔ ولید کا دماغ گھوم گیا تھا۔ آج بھی یہ علیحدگی پہ ڈٹی ہوئی تھی تو پھر تین سال کا انتظار کیا تھا۔ جو احمر بھائی کہتے تھے کہ وہ تمہارا انتظار کرتی ہے تو کیا وہ سب جھوٹ تھا۔

"کس خوشی میں؟ اور یہ تمہارا اصل گھر ہے۔" ولید تین سال بعد بولا تھا دانیہ سے تو کیا۔ دانیہ جو کبھی اس آواز کو سننے کے لیے ترسا کرتی تھی۔ ضبط سے آنکھیں بھینچ گئی تھی۔ احمر نے گھور کے ولید کو دیکھا تھا۔ جس کا صاف مطلب تھا" تھوڑی دیر کے لیے اپنا منہ بند رکھو۔" ولید بھی صبر کا مظاہرہ کرتا سائیڈ پہ ہوا تھا۔

"م۔۔ مم۔ مجھے گھر جانا ہے۔" دانیہ نے بمشکل بولا گیا تھا۔ آواز کپکپا رہی تھی۔ ولید کا دل بھی تڑپا تھا۔ دل کر رہا تھا ابھی اسکو کھینچ کے سینے سے لگا لے سارے شکوے اسکے دور کر دے۔ اپنی بے چینیوں کی ساری داستانیں سنا کے اسکو اپنے پیار کا یقین دلا دے۔ مگر ابھی بھی تھوڑا وقت اور صبر درکار تھا۔

"دیکھو میری جان تھوڑا سا وقت دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ زندگیوں کے فیصلے یوں نہیں کیا کرتے۔" سنیعہ بیگم کبھی یہ نہیں چاہتی تھی اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ انکی بھتیجی بھی اس رشتے کو ختم کرنا نہیں چاہتی۔ ان تین سالوں میں جب کبھی خاندان

والوں نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا تھا کہ کسی مولوی سے مشورہ کر کے فارغ کروالو بیٹی کو تو دانیہ اس بات پہ دہل جایا کرتی تھی۔ یہ باتیں ان سے چھپی نہیں تھیں جب وہ کئی کئی پل ولید کے کمرے میں گزارا کرتی تھی۔

"فیصلہ تو تین سال پہلے کسی نے سنا دیا تھا۔" دانیہ کی آواز اب کی بار قدرے ہلکی تھی۔ البتہ ولید نے سن لی تھی۔ کیسے اسکی بدگمانیاں دور کرے گا وہ یہ سوچ کے رہ گیا تھا۔

"آخری موقع دے کے دیکھو اس رشتے کو۔ اسکے بعد جو تم چاہو گی وہی ہو گا۔" سنیعہ بیگم نے التجاء کی تھی۔ احمر نے بھی دانیہ کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے التجاء کی تھی۔ اور فلزہ کو اشارہ سے دانیہ کو اسکے روم میں لے جانے کا بولا تھا۔ فلزہ اشارہ پاتے اسکو ساتھ لگائے اندر لے گئی تھیں۔

"ماما فکر نہ کریں میں سب ٹھیک کر دوں گا۔" ولید نے پریشان بیٹھی سنیعہ بیگم کے ہاتھ ہاتھوں میں لے کے چومتے ہوئے تسلی دی تھی۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرا پڑی تھیں۔

فلزہ دانیہ کو اندر لائی تو بھڑک اٹھی تھی۔

"عجیب پاگل لڑکی ہو تم۔ اب جب سب کچھ ٹھیک ہونے جا رہا ہے تو تم سب کچھ ختم کرنے لگی ہو۔" فلزہ نے اسکو ڈانٹا تھا۔ دانیہ نے فلزہ کا ہمیشہ ایک بہن سا خیال رکھا تھا تو وہ کیوں اسکا برا سوچتی۔

"تو بھابھی میں کیا کروں۔ سب کچھ بھول جاؤں اپنے تین سال کی تکلیفیں۔ اب اچانک تین سال بعد اپنی زندگی گزار کے میری زندگی میں طوفان برپا کرنے آ گئے ہیں۔ اب کیوں؟ ان تین سالوں میں لوگوں کی کن کن نظروں کا میں نے سامنا کیا وہ میں ہی جانتی ہوں۔" دانیہ بلبلا اٹھی تھی۔

"تو میری جان یوں ہار مان کے کیا ہو جانا ہے۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ میں کب کہہ رہی ہوں اپنی تکلیف کو بھول جاؤ۔ وقت دو دیکھنا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک دوسرے کو ایک موقع دے کے تو دیکھو۔ یہ تمہارا گھر ہے۔" فلزہ اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں میرا گھر ہے یہ۔۔ کل کو چاہے بریکنگ نیوز سنا دیں میری دوسری بیوی بھی ہے جو جلد اس گھر میں آئے گی مگر پہلے پہلی بیوی کو گھر سے جانا ہو گا۔ تو بہتر نہیں تھا خود ہی چلی جاؤں۔" دانیہ نے روتے ہوئے اپنے ایک اور خدشے کا اعلان کیا تھا۔

"اف میری جان کیا کیا سوچ کے اپنی جان ہلکان کر رہی ہو۔ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ یہ تمہارا گھر ہے تم چاہو تو اس نالائق کو گھر سے نکال باہر کرو۔" فلزہ نے ہنستے ہوئے اسکے آنسو صاف کئے تھے۔

"چلو اب سو جاؤ۔ اچھا اچھا سوچو۔ سب سے اہم بات یہ تمہارا گھر ہے میری چندا۔" فلزہ نے اسکو پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا اب رونا مت میں تمہارے لاڈلے کو دیکھ لوں پھر نہ اٹھ کے بیٹھ گیا ہو۔ مشکل سے سلایا تھا۔ اور تم صبح مجھے فریش ملنا۔" فلزہ نے اسکو وارن کیا تھا تو شیرو کے ذکر پہ ہولے سے ہنسی تھی۔ فلزہ بھی ہنستے ہوئے باہر نکل آئی تھی اب اسکا رخ اپنے دیور کے کمرے کی طرف تھا اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔ اسنے دستک دی تھی اور دروازہ کھولا تھا تو سامنے ہی دونوں بھائی سر جوڑے بیٹھے نظر آئے تھے۔

"آئیں بھابھی۔" ولید نے فلزہ کو کہا تھا۔ ابھی ٹھیک سے تو فلزہ نے بھی ملاقات نہ ہوئی تھی۔

"ہاں جی تو اگلی بریکنگ نیوز کب بریک کر رہے ہو دیور جی۔؟ ایک منٹ ایک منٹ کہی دونوں بھائی اسکی پلاننگ تو نہیں کر رہے سر جوڑے۔" فلزہ نے چہرے پہ سنجیدگی طاری کئے پوچھا تھا۔ ولید اور احمر حیران ہوئے تھے۔

"کونسی بریکنگ نیوز بھابھی۔ اور کونسی پلاننگ۔" ولید نے پوچھا۔

"ارے بھئی مجھ سے کیا چھپانا۔ یہی کہ دوسری بیوی کب لا رہے ہو۔ اور ہماری دانیہ مطلب اپنی پہلی بیوی کو کب گھر سے نکال رہے ہو۔" فلزہ نے دانیہ کا خدشہ اپنے الفاظ میں بیان کیا تھا۔

"واٹ۔۔۔۔دوسری بیوی۔۔یہاں پہلی کر کے یہ حال ہوئے ہیں۔اور آپ دوسری کی بات کر رہی ہیں۔"ولید نے دکھی لہجے میں کہا تھا۔

"بھئی اکثر ایسا ہوتا دیکھا ہے ناں تو پوچھا ہے کہ کہی کل صبح یہ بریکنگ نیوز نہ سنا دو کہ تمہاری ایک اور بیوی بھی ہے۔"اب کے فلزہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔دانیہ کا خدشہ غلط ثابت ہوا تھا تو اسکے دل کو بھی تسلی ہوئی تھی۔

"کیا فضول بات ہے یہ فلزہ۔"احمر ناگواری سے بولا تھا۔

"ارے جناب یہ میں نہیں کی۔یہ میری معصوم دیورانی کا ارشاد ہے۔وہ بیچاری خود کو اس سوچ میں ہلکان کر رہی ہے۔"فلزہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اف خدایا۔۔ادھر میں تین سال میڈم کا جوگ لئے کئی کئی گھنٹے سڑکوں کی خاک چھانا کرتا تھا۔کیا کروں میں تمہارا دانیہ۔۔"ولید نے ماتھے پہ ہاتھ مارا تھا۔احمر اور فلزہ اسکی حالت پہ ہنس پڑے تھے۔

"اب ساری رات اس فکر میں یہ لڑکی خود کو ہلکان کرے گی۔صبح سے بھی اپنا خون جلا چکی ہو گی۔بجائے کہ بدگمانیاں کم ہوں اسکا زرخیز دماغ اور بڑھا رہا ہے۔اس لڑکی کو کوئی بتائے ان تین سالوں میں مجھے کسی اور کا خیال بھی چھو کے نہیں گزرا۔اور یہ محترمہ خود پہ سوتن بھی لے آئی ہیں۔"ولید کا بس نہیں تھا چل رہا کہ اسکے پاس جا کے اپنی بے قراریوں سے اسکے ہوش ٹھکانے لگا دے۔احمر اور فلزہ اب کے اونچی آواز میں ہنس پڑے تھے۔

"آؤ عاشق صاحب ادھر آ۔ آرام سے بیٹھ۔" احمر نے ہنستے ہوئے اسکو پاس بیٹھنے کو کہا تھا۔

"نہیں بھائی مجھے اسکے پاس جانا چاہیے۔ میں بات کرتا ہوں جا کے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔" ولید نے سوچتے ہوئے جلدی سے باہر جانا چاہا تھا۔

"رک جاولی۔ کیوں آدھی رات بیوی سے جوتے کھانے ہیں تم نے۔ ابھی جانا مناسب نہیں ہے یار۔" احمر نے بمشکل اسکو روک کے پاس بیٹھایا تھا۔

"تمہارے بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ واقعی ہی یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے تم تین سال پہلے یہاں سے کن حالات میں گئے تھے بعد میں کوئی رابطہ تک نہیں تھا۔ اب یوں اچانک اسکے سامنے آئے ہو تو اسکاری ایکشن اتنا تو آئے گا ناں۔ اور خدشے تو اسکے بھی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ اسکو تھوڑا سا وقت دو میں بھی اسکو سمجھا کے آئی ہوں۔ تم ابھی صبر رکھو۔ کل کوئی مناسب وقت دیکھ کے اسکے بات کرنے کی کوشش کرنا۔" فلزہ نے بھی اسکو سمجھایا تھا۔

"جی بھابھی۔ آپ شیرو کی سنائے۔ وہ سو گیا ہے کیا۔" ولید نے بات کو سمجھتے ہوئے بات کا رخ اب شیرو کی طرف موڑا تھا۔

"ہاں ماشاءاللہ وہ بھی ٹھیک ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سلایا ہے میں نے اسکو۔ بھئی تمہاری بیوی کا دیوانہ ہے وہ تو۔" فلزہ نے شرارت سے کہا تھا۔

"اسکا مطلب ہے شیر وسے بنا کے رکھنی پڑنی ہے۔" ولید نے شریر لہجے میں کہا تھا۔ اب ماحول ہلکی پھلکی باتوں سے کچھ بہتر ہوا تھا۔

سب ابھی بھی ان دنوں بھائیوں کے آپس میں رابطے سے ناواقف تھے۔ ولید نے احمر کو سختی سے بتانے سے منع کیا ہوا تھا۔ جب دانیہ نے اسکو طلاق کا بولا تھا ولید نے سات دن کا ٹائم لیا تھا اس دوران وہ سوچ چکا تھا کہ وہ دانیہ کو نہیں چھوڑے گا مگر اگر وہ یہی رہتا تو یہ ناممکن تھا۔ سب نے دانیہ کی بات کو اہمیت دیتے ہوئے ولید کو علیحدگی پہ مجبور کر دینا تھا جو وہ مر کے بھی نہیں چاہ سکتا تھا۔ یہی بات جب احمر نے ولید سے پوچھی تھی کہ کیا وہ

دانیہ کو طلاق دے دے گا تو ولید نے صاف الفاظ میں انکار کیا تھا۔ اور یہاں سے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ تاکہ وہ دانیہ سے دور ہو تاکہ یہ طلاق والا بھوت اسکے سر سے ہٹا سکے۔ اور ان دونوں پہ الزامات لگانے والوں کو بے نقاب کر سکے۔ سب سے اہم بات وہ اس رشتے کو بچانا چاہتا تھا۔

احمر نے اسکے کاغذات بنوانے میں بے حد مدد کی تھی۔ یوں وہ دانیہ سے ملنے کے اگلے دن چلا گیا تھا اسکو نہیں پتہ تھا کتنا وقت لگے گا مگر وہ خود کو دانیہ کے قابل بنانا چاہتا تھا۔ تاکہ کل کو اگر وہ دانیہ کی مخالفت کے باوجود بھی اس کو اپنانے کا اعلان کرے تو اس میں کچھ تو ہو کہ بڑے اسکے خلاف نہ جا سکے۔ کراچی میں اسکی یونیورسٹی کا سب کیمپس تھا جس میں وہ اپنی مائیگریشن کروا چکا تھا۔ اسنے اپنی پڑھائی جاری رکھی تھی اور

ساتھ ایک جاب بھی شروع کرلی تھی ایک بڑی رقم اسکو احمر بھیجا کرتا تھا۔ اپنی محنت سے وہ مختصر عرصے میں اپنا نام بنا چکا تھا۔

-

اگلی صبح دانیہ خود پہ کافی حد تک قابو پا چکی تھی کچھ سنیعہ بیگم کی بگڑتی طبیعت کو دیکھ کر کچھ فلزہ کی باتوں کا اثر تھا۔ آخر کو اسکا ہی گھر تھا۔ اور ویسے بھی اسکا شخص کو سبق سیکھانا تھا اب۔ ولید سو کے اٹھا تو باہر آیا وقت کافی ہو چکا تھا۔

ٹی وی لاونج میں آ کے ماں اور بھابھی کو سلام کیا تھا اور شیرو کو اٹھا کر پیار کرنے لگ گیا تھا۔

"اٹھ گئے تم بیٹا۔ ناشتہ کرلو ہمارا تو اب لنچ کا وقت ہو گیا ہے۔" سنیعہ بیگم نے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"جی بس رات کو بھائی اور بھابھی سے باتیں کرتے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔" ولید نے شیرو کو پیار کرتے ہوئے کہا تھا جو اسکی شرٹ کے کالر سے کھیل رہا تھا۔

"ہاں ہاں جاؤ دانیہ کچن میں ہے۔" فلزہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"پہلے بتانا چاہیے تھا ناں۔" ولید کونسا کم تھا ہنستے ہوئے کہا اور کچن کی طرف بڑھا تھا۔

"ارے اسکو دیتے جاؤ میں نہیں چاہتی بھتیجا چاچو کو رسوا ہوتے دیکھے۔" فلزہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اڑالیں مذاق جتنا اڑانا ہے۔ بس ایک بار آپکی دیورانی لائن پہ آجائے۔ چلو پرنس میں اپنے مشن پہ جارہا ہوں۔" ولید نے ہنستے ہوئے شیر و فلزہ کو دیا تھا۔ اور کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دونوں خواتین نے ان دونوں کی خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔

کچن میں داخل ہوا تو دانیہ سلیقے سے ڈوپٹہ لئے چولہے کی سامنے ہانڈیا میں چمچ ہلاتے ہوئے مختلف مصالحہ جات ڈال رہی تھی۔ اور کنول (کام والی) اسکے ہاتھ بٹانے کے ساتھ ساتھ اسکو قصے سنا رہی تھی۔

تبھی کنول کی نظر کچن کے دروازے پہ کھڑے ولید پہ پڑی۔

"ولید بھائی آپ۔ ناشتے میں کیا لیں گے۔" کنول نے کہا تھا۔ ولید کے نام پہ دانیہ کا چمچ ہلاتا ہاتھ ایک پل کو رکا تھا مگر پھر وہ اپنے کام میں مگن ہو گئی تھی۔ ولید نے کنول کو آنکھوں سے اشارہ کیا تھا "تم جاؤ مجھے جو چاہے ہو گا میں لے لوں گا۔" وہ سمجھتے ہوئے کرسی سے اٹھی تھی۔

"مجھے پانی چاہیے ہے۔" ولید نے کہا اور ساتھ ہی کنول کو آنکھوں سے اشارہ کیا تھا۔

"دانیہ آپی بھیا کو پانی دے دیں میں جارہی ہو بڑی بی بی کی مالش کرنی ہے ورنہ ڈانٹ پڑ جانی ہے۔" کنول کہتے ہوئے تیزی سے نکلی تھی۔

ولید نے جب دانیہ کو ٹس مس ہوتے نہ دیکھا تو کرسی کھینچ کے بیٹھ گیا اور پھر بولا۔

"پانی چاہیے مجھے۔" ولید نے کہا تھا۔

"ہاں نوکر لگی ہوں ناں میں نکمے انسان ایک پانی کا گلاس خود سے نہیں لے سکتے۔ دے دو دانیہ یہ تو ثواب کا کام۔ چلو شاباش۔" دانیہ نے خود کو قائل کرتے ہوئے کہا تھا۔ اور ناچاہتے ہوئے فریج کی طرف بڑھی تھی اور کیبن سے ایک گلاس نکال کے کین اور گلاس ٹیبل پہ پٹخنے کے انداز میں رکھا تھا۔ ولید کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

دانیہ واپس اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ ولید نے اس خاموشی کو توڑا تھا۔

"دانی۔ کیسی ہو۔؟" دانیہ کا ہاتھ تو کیا دل ایک پل کو رکا تھا۔ کتنا ترسی تھی اس لہجے کو سننے کے لیے۔ کیسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈا کرتی تھی اس آواز کو۔ اب جب وہ جینے کی عادت ڈال چکی تھی تو وہ آ گیا تھا اسکو ایک بار پھر توڑنے۔ اسکے دل نے دہائیاں دینا شروع کی تھی۔ وہ تیزی سے کچن سے بے جان ہوتی ٹانگوں کے ساتھ نکلی تھی۔

ولید سرد سانس خارج کر کے رہ گیا تھا۔

"دانیہ چھت سے کپڑے اتار لاؤں۔" فلزہ نے اسکے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا۔ مگر بھابھی چھت پہ تو کپڑے نہیں پھیلاتی کنول۔" دانیہ نے پوچھا تھا۔

"اوہ آج پھیلا کے آئی تھی۔ جاؤ تم زرا میں شیرو کو دیکھ لوں۔" فلزہ نے گڑبڑاتے ہوئے کہا تھا۔

"جی میں دیکھتی ہوں۔" دانیہ کہتے آگے بڑھی تھی۔ سٹرھیاں عبور کرتی چھت پہ آئی وہاں تو کچھ بھی نظر نہ آیا تھا۔ آگے بڑھی تو ایک طرف روشنی نظر آئی تجسس کے ہاتھوں آگے بڑھی تھی تو ایک ٹیبل اور دو چیئرز پڑی ہوئیں تھی ارد گرد فیری لائٹس نے ماحول کو وخوابناک بنایا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی تھی۔ جاتی سردیوں کے دن تھے۔ اس پہر موسم میں خنکی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تھوڑا آگے بڑھے تو سوری کا ایک بڑا سا کارف پڑا ہوا تھا ٹیبل پہ اسکو ایک پل لگا تھا سمجھنے میں کہ یہ کس کے کام ہیں ۔وہ فوراً غصے سے جانے کے لیے مڑی تھی وہ ایک منٹ میں سمجھ گئی تھی یہ کس کی حرکت ہے اور کیوں کی گئی ہے۔ باقی کسی طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ اور وہ واپسی کو پلٹی تھی۔ تو سامنے کھڑے وجود سے ٹکرائی تھی۔ سامنے ولید تھا اپنی تمام تر وجاہت سمیت آنکھوں میں ایک الگ پیار اور محبت کا جہاں سمائے وہ دانیہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔ دانیہ کے لیے جیسے دنیا ٹھہر گئی تھی۔ ولید نے اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا تھا اور اپنی پیشانی اسکی پیشانی سے جوڑ کے آنکھین بند کر کی تھیں۔ کتنا وہ ان پلوں کا انتظار کیا کرتا تھا۔ وہ دانیہ کو محسوس کر رہا تھا۔ دانیہ کی حالت بھی مختلف نہ تھی۔

"آئی مسڈ یو ٹو مچ۔" ولید کی نم آواز دانیہ کے کانوں میں گونجی تھی۔ دانیہ کا آنسو ٹوٹ کے گرا تھا۔ ولید تڑپ اٹھا تھا۔

"دانی۔۔ آئی ایم سوری۔ رئیلی سوری۔" ولید بے ساختہ بول اٹھا تھا۔ بس یہی پہ دانیہ کی ہمت نے جواب دیا تھا۔ سحر ٹوٹا تھا اور وہ ان فسوں خیز لمحوں سے باہر نکلی تھی اور ولید کو جھٹکے سے خود سے الگ گیا تھا وہ جو دانیہ کو محسوس کرنے میں مگن تھا اس کے لیے تیار نہیں تھا دور ہوتے آنکھوں میں حیریت لئے دانیہ کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

"واہ ولید صاحب واہ۔۔ سوری بس سوری۔ آپ کا یہ لفظ میرے تین سالوں کا حساب دے دے گا کیا۔ میں کن کن حالات سے گزری۔ لوگوں کی کن کن نظروں کا سامنا کیا۔ آپ کسی ایک کا بھی اندازہ نہیں کر سکتے۔ مجھے یہاں اکیلا چھوڑ خود تو چلے گئے تھے ناں۔۔ مجھے کس کے بھروسے چھوڑا تھا۔ ہاں بولیں اب۔۔" دانیہ ہذیانی انداز میں چیخی تھی۔ ولید چپ تھا۔ وہ دانیہ کو ہی سننا چاہتا تھا۔

"کیوں آئے ہیں اب۔۔ اپنی زندگی تو گزار لی ہے ناں۔ اب کیوں واپس آئے ہیں میں تو جی رہی تھی۔ تب آپکو میرا خیال نہ آیا جب مجھے خاندان والے ترحم آمیز نظروں سے دیکھتے تھے اور بیچاری کہتے تھے۔

سب کہتے تھے آپ نے اپنی زندگی شروع کر لی ہے۔ اور کیوں وہ ایک ان چاہی لڑکی کی خاطر زندگی گزارے گا۔۔ اب بتائیں کس کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا ہے اور یہ سارا ڈرامہ کر کے میرے سامنے اچھا بننے آئے ہیں۔" دانیہ نے اسکا گریبان پکڑ کر اپنی تکلیفوں کے ساتھ ساتھ خدشوں کو بھی اسکے سامنے رکھا تھا۔

"میری جان جیسا تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ بھی نہیں۔ جب جب تمہیں تکلیف ہوئی تڑپا میں بھی ہوں۔ تمہیں کس نے کہا میں تین سال سکون سے رہا۔ ہر دن اور ہر رات تمہاری یاد میں ہی گزرا۔ میں کونسا دل سے یہ فیصلہ کر کے گیا تھا۔ مجھے تم پہ سے وہ سب الزامات ہٹانے تھے۔" ولید نے اسکا چہرے نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا تھا دانیہ نے ہچکی لی تھی۔

"سب کہتے تھے خود تو ولید اپنے زندگی گزار رہا ہو گا تم کیوں اس کے نام پہ بیٹھی ہوئی ہوں۔۔ خلع لے لو کسی مولوی سے رجوع کر کے۔۔ مگر پتہ نہیں کیوں میں نہیں مانی۔۔ مگر وہ سب ٹھیک کہتے تھے۔ آپ اپنی زندگی گزاریں جس کے ساتھ مرضی ۔ مگر ہاں اب مجھے آزاد کر دیں۔" دانیہ نے بم پھوڑا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔۔ پہلے ایک بار یہی بات بولی تھی تو تین سال کے لیے زندگی سے نکل گیا تھا اب اگر یہ بات دوبارہ تمہاری زبان پہ آئی تو خدا کی قسم دنیا چھوڑ جاؤنگا ۔ اینڈ آئی مین اٹ۔" ولید نے تمام نرمی ایک سائیڈ پہ رکھتے اس بکواس پہ اسکا دماغ ٹھکانے لگایا تھا وہ کیسے یہ بات برداشت کر سکتا تھا۔ اور اسکو وہی چھوڑ کے غصے کو قابو کرتا نیچے چلا گیا تھا۔ دانیہ اسکے لہجے کی دہشت کو محسوس کرتے وہی بیٹھتی چلی گئی تھی۔

رات دیر تک جاگتی روتی رہی تو اگلے دن فلزہ کے اٹھانے پہ لیٹ اٹھی تھی۔ فریش ہو کے باہر نکلی موڈ خراب تھا۔ دل میں دعا کر رہی تھی کہ ولید سے سامنا نہ ہی ہو۔ دوسری طرف ولید صاحب اچھے خاصے تپے ہوئے تھے صبح سے گھوم رہے تھے کچھ دانیہ بی بی کا صبح سے کمرے سے نہ نکلنا اسکا دماغ اور گھوما گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا ضبط کھوتا اور دانیہ کے کمرے میں جا کے اسکا دیدار کرتا احمر نے فون کر کے اسکو آفس آنے کی دعوت دے دی تھی۔

"بھائی گھر میں کوئی روٹین کو بھی فالو کرتا ہے کیا؟ کسی ایک کی بھی روٹین سیدھی نہیں ہے۔" بلآخر وہ پھٹ پڑا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے آتے ہی کیوں بھڑک رہے ہو۔ کس کی روٹین نہیں سیدھی؟" احمر کو فائل سٹڈی کر رہا تھا اسکے اسطرح اچانک آجانے اور پھٹنے پہ حیران ہوتا پوچھا رہا تھا۔

"آپ کی لاڈلی کی۔ دن چڑھ آیا ہے مگر محترمہ کمرے سے نہیں نکلی۔ ایسا کیا کر دیا تھا میں کل جواب تک منہ بنایا ہوا ہے اوپر سے غلطی بھی خود کی تھی۔" ولید کا بس نہیں تھا چل رہا۔

"خبردار جو میری بہن کو کچھ کہا۔ اتنی جلدی تھوڑی مانے گی تم نے بھی تو اتنا ستایا ہے ہم سبکو۔" احمر نے بھی حساب برابر کیا تھا۔

"شوق سے نہیں تھا ستایا کسی کو۔ اس میڈم کی باتوں سے ہی بدظن ہو کے انتہائی قدم اٹھایا تھا مگر اسکا دماغ ابھی بھی ادھر ہی اٹکا ہوا ہے۔ میں اٹل بات کہہ رہا ہوں اگر

اب اسنے کبھی علیحدگی کی بات کی تو میرے سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ مجال ہے جو زرا سی بھی عقل ہو اس میں۔" ولید اپنے اندر کی کھولن باہر نکال رہا تھا۔

"اچھا اچھا۔۔۔ کول ڈاؤن کچھ برا نہیں ہو گا۔ تم بس صبر سے کام لو۔" احمر نے اسکو تسلی دی تھی۔ اور ساتھ پانی کا ایک گلاس پکڑایا تھا۔

"ماما بابا اور ماموں اور ممانی تم دونوں کے ولیمے کی بات کر رہے ہیں وہ نہیں چاہتے مزید لوگوں کو اس پہ بات کا موقع دیں۔ تم کہا کہتے ہو۔" احمر نے جس بات کے لیے اسکو بلایا تھا وہ بتائی۔

"میں۔ میرے کہنے سے کونسا کچھ ہوتا ہے۔" ولید افسردگی سے ہنسا تھا وہ واقعی ہی کل دانیہ کے رویے سے دلبرداشتہ ہوا تھا۔

"دیکھ ولید دانیہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے اس بیچاری نے ان تین سال میں بہت کچھ فیس کیا ہے۔ اب اسکا اتنا تو حق بنتا ہے کہ تھوڑا سا تو تمہیں ستائے۔" احمر نے اسکو سمجھانا چاہیے تھا۔

"تو ستانے کی طرح ستائے وہ تو ٹارچر کر رہی ہے فزیکلی ٹارچر سے بھی برا مینٹلی ٹارچر کر رہی ہے۔" ولید نے منہ بنایا تھا۔

"تو بیرسٹر ولید مصطفی تمہارا دماغ کدھر گیا ہے اس دماغ کو استعمال میں لاؤں اور میری بہن کو مناؤ تم تو خود ہار مانے بیٹھے ہو۔" احمر نے پتے کی بات بتائی تھی۔ ولید ہولے سے ہنسا تھا۔

"آپ ولیمے کی تیاریوں کا گرین سگنل دے دیں مگر اس مہارانی کو کچھ پتہ نہ لگے۔" ولید نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"یہ ہوئی نا بات۔" احمر نے اسکو ہنستے دیکھا تو پر سکون ہوا تھا۔

"دیکھتا ہوں مسز ولید کب تک میرے سے چھپ پاتی ہو آنا تو میری پناہوں میں ہی ہے۔" ولید اسکو تصور میں لاتے مخاطب ہوا تھا۔

دو تین گھنٹے بعد وہ کچھ لوگوں سے مل کے گھر داخل ہوا تو گھر میں ہل چل مچی ہوئی تھی ۔لاونج کی تفصیلی صفائی ہو رہی تھی ہر چیز اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی تھی کنول چیزوں کو صاف کرنے میں مصروف تھی۔ تھوڑا آگے بڑھا تو ایک دلکش نظارہ دیکھنے کو ملا تھا جو صبح اسکو نہ دیکھ کے جھنجھلاہٹ کا شکار تھا اب پر سکون ہوا تھا۔ دانیہ نے کچے پیلے رنگ کا بیل بوٹیوں والا ڈیزائن پہنا ہوا تھا بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چٹیا بنائی ہوئی تھی اور ڈوپٹہ کو ایک طرف کر کے گرہ لگائی ہوئی تھی۔ اور ملازم سے پردے لگوا رہی تھی۔ شیرو مسلسل اسکے پاس جانے کے لیے ریں ریں کر رہا تھا۔ فلزہ اسکو سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ سنیعہ بیگم بھی پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

"دانیہ بچے وہ لوگ کر رہے ہیں تم آجاؤ کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو۔" سنیعہ بیگم نے پیار سے کہا تھا۔

ولید نے فلزہ کے ہاتھوں سے مچلتا ہوا شیر و پکڑا تھا۔ جو چاچا کے پاس جا کے زیادہ خوش نہیں ہوا تھا مگر جیسے ہی اسنے چاکلیٹ پکڑا یا وہ اسکے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

"دانی کیا حلیہ بنائے گھومتی رہتی ہو تم۔" فلزہ نے پاس سے گزرتی دانیہ کو ٹوکا تھا۔ تبھی لاونج میں بیٹھے ولید کو بھی شرارت سوجھی تھی۔

"یقین کریں بھابھی لڑکیاں مجھے گھریلو حلیے میں بہت پیاری لگتی ہیں۔"

ولید نے اسکا ملجگا سا حلیہ آنکھوں میں لیتے ہوئے کہا تھا۔۔

"میں بس تھوڑی دیر میں چینج کرتی ہوں۔ آپکو تو پتہ ہے مجھے گھر کے کاموں سے سخت چڑ ہے۔ مجھے بھی اس حلیے سے وحشت ہو رہی ہے۔ میں آپکے لئے جوس لے کے آتی ہوں ۔" دانیہ نے فلزہ کو حیران کرنے کے ساتھ سنیعہ بیگم کو بھی شاک کر دیا تھا۔ اس سارے وقت میں صرف ایک شخص کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔

"ارے کیسی باتیں کر رہی ہو دانی بیٹی۔ تمہیں تو یہ سب بہت پسند ہے ناں۔۔۔" سنیعہ بیگم نے پوچھا تھا۔

"لیکن اب سے یہ سب پسند نہیں۔" دانیہ نے اپنی طرف سے بہت بڑا احساب برابر کیا تھا۔

"ارے ماں پریشان کیوں ہو رہی ہیں یہ میرے والی بات کا رد عمل ہے جو محترمہ ایکشن موڈ میں کھڑی ہیں۔" ولید نے ہنستے ہوئے دانیہ کا سرخ چہرہ دیکھتے کہا تھا۔

"خوش فہمی ہے آپکی۔" دانیہ چیخی۔

"ماں حوصلہ رکھیں۔۔ان خاتون کی اوپری منزل خالی ہے۔" ولید کے کہنے پہ سنیعہ سمیت فلزہ مسکرا اٹھیں تھی۔ شیرو کو کھیلتا دیکھ کے ولید اٹھ کے لاونج سے جاتے دانیہ کے پاس سے گزرا تھا۔

"اور تم یقین کرو مجھے ہٹ دھرم لڑکیوں تو جی جان سے عزیز ہیں اور تم اس وقت ہٹ دھرمی کی عملی تفسیر بنی کھڑی میرا امتحان لے رہی ہو۔" ولید اسکے پاس سے گزرتا اسکے کان میں کہتا نکل گیا تھا۔

ولید اپنے آفس کی کنسٹرکشن کے لیے کام شروع کر چکا تھا۔ ابھی بھی وہ اس سلسلے میں جا رہا تھا جب سنیعہ بیگم کی آواز سے رکا تھا۔

"بیٹے دانیہ کو زرا ساتھ لے جانا اسنے میری رپورٹس لینے ہیں اور اسکو بھی تھوڑی شاپنگ کرنی ہے۔" سنیعہ بیگم تو گویا ولید کو خوشخبری سنائی تھی۔

"ماما اپنی بہو سے پوچھ لیں زرا میرے ساتھ چلی جائے گی ناں۔" ولید نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔ تبھی ڈوپٹہ ٹھیک کرتی ہاتھ میں کلچ لئے اندر داخل ہوئی تھی۔

"وہ کیوں نہیں جائے گی بھلا۔ آؤ دانیہ وہ رحمت کو کسی کام سے مصطفی ساتھ لے گئے ہیں تم ولید کے ساتھ ہو آؤ۔" سنیعہ بیگم نے ولید کو کہنے کے ساتھ ساتھ دانیہ کو بھی بتایا تھا۔ دانیہ کے تو چھکے چھوٹ گئے تھے۔

"نہیں۔۔ میرا مطلب ہے پھوپھو میں پھر کبھی چلی جاؤں گی۔" کہتے ساتھ وہ واپسی کو مڑی تو ولید نے آنکھوں سے اسکی طرف اشارہ کیا کرتے ماں کو باور کروایا تھا کہ کہہ تھا ناں میں۔

"دانیہ بیٹا جاؤ۔ چلو شاباش۔ صبح سے شور مچایا ہوا ہے کہ پھوپھو آپکی رپورٹس آج لازمی لانی ہیں۔ اور واپس پہ تم فاطمہ سے بھی مل آنا۔" سنیعہ بیگم تو یوں پلان پہ پلان بنا رہی تھی جیسے انکے بیچ سب کچھ نارمل ہو۔ دانیہ کو بولنے پہ پر تولتے دیکھتا ولید بول اٹھا تھا۔

"ماما مجھے دیر ہو رہی ہے۔" ولید نے ہاتھ پہ بندھی گھڑی پہ نظر ڈالی تھی۔

"چلو جاؤ۔ دھیان سے جانا۔" سنعیہ بیگم نے کہا تو دانیہ نے کو مجبوراً جانا پڑا۔

"ماں فکر مت کریں آپ۔" ولید کہتے باہر نکلا جو جلی بھنی باہر جا رہی تھی۔

"ہونہہ۔ دیر ہو رہی ہے تو جائیں۔ میں تو جیسے ساتھ جانے کو مری جا رہی ہوں۔" دانیہ دانت پیس کے بولی۔ دانیہ گاڑی میں آ کے بیٹھی ولید نے دانیہ کے طرف دیکھا۔

"مجھے پتہ ہے آپ کیا کہنے والے ہیں۔ چادر اتار دوں۔۔ تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس ماڈرن ولید کی بیوی کتنی دقیانوسی ہے۔" دانیہ نے ایک سانس میں بات پوری کی تھی ۔ولید سرد سانس خارج کر کے رہ گیا تھا اسکے بدگمانیوں پہ۔

"تو سن لیں آپ بیوی بدل لیں۔" دانیہ نے پھر ولید کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا۔ مگر ولید ضبط کرتا اسکو آنکھیں نکالنے لگا تھا۔

"یقین کرو مسز ولید میں کہنے لگا تھا کہ چادر سے سر کو اچھے سے کور کرو بال نظر آرہے ہیں۔ تم منٹوں میں مرنے مارنے پہ کیوں تل جاتی ہو۔" خود پہ بمشکل قابو کرتے وہ بولا تھا۔

"آپ مجھے یہاں سے کیب کروادیں میں چلی جاتی ہوں آپ جائیں آپکو دیر ہو رہی ہو گی۔" دانیہ نے اسکو کہا تھا۔

"بڑا زبان چلنے لگ گئی ہے ویسے مسز آپکی۔ پہلے تو مم مم کرتی رہتی تھی۔ بڑی تبدیلیاں آئی ہیں آپ میں مسز۔" ولید نے اسکو ایک نظر دیکھ کے روڈ پہ نظر جمائی تھی۔

"تین سال ایک بڑا لمبا عرصہ ہوتا ہے۔ تو کچھ تبدیلیاں لازمی ہو جاتی ہے ورنہ دنیا روند دیتی ہے۔" دانیہ نے تلخ لہجے میں کہا تھا۔

"دانی لازمی ہے کہ ہم اس بارے میں بات کر کر کے اپنا آج خراب کریں۔" ولید نے اسکا اتارا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے کسی بارے میں بات نہیں کرنی۔ آپ سے تو میں بات ہی نہیں کرنی۔" دانیہ نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"یہ ظلم تو نہ کرو اب دانی۔" ولید نے اسکے چپ ہونے پہ ہنستے ہوئے کہا تھا۔ مگر دوسری طرف چپ تھی۔ پانچ منٹ خاموشی کی نذر ہو گئے تھے۔

"یار ویسے ان تین سالوں میں یہاں کی لڑکیاں بہت پیاری ہو گئی ہیں۔" ولید نے بات کا آغاز کیا تھا جو کہ دانیہ کے مطابق بہت ہی نامناسب بات تھی۔

"یہ آپکو بہتر پتہ ہو گا کیونکہ تین سال پہلے بھی آپ یہی کام کرتے تھے اور تین سال بعد بھی یہی۔ تو فرق کا بھی آپکو ہی بہتر پتہ ہو گا۔" دانیہ نے بھی حساب برابر کیا تھا۔ ولید حسب توقع جواب آنے پہ کھلکھلا اٹھا تھا۔

"یار اب تم مجھ پہ شک کر رہی ہو۔ اب نظر پڑ ہی جاتی ہے۔" ولید نے اسکے سرخ پڑتے چہرے پہ نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا جو بیزاری سے بیٹھی ہوئی تھی۔

"ولید صاحب اب بہتر ہے کہ آپ ایک لفظ نہ بولیں ورنہ میں چلتی گاڑی سے کودنے میں ایک پل کو نہیں سوچوں گی۔" دانیہ نے چبا چبا کے ایک ایک لفظ کیا تھا۔ ابھی اسکا پہلا غصہ کم نہیں ہوا تھا اوپر سے یہ انسان پھر شروع ہو گیا تھا۔

"بلکل نہیں بدلا یہ آدمی وہاں بھی پتہ نہیں کیا کیا کرتوت کر کے آیا ہو گا۔" دانیہ بڑبڑائی تھی۔ ولید نے اب چپ رہنے میں ہی عافیت جانی تھی۔

آج گھر پہ کوئی نہیں تھا سوائے دانیہ شیر و اور کنول کے۔ ولید صبح ہی نکل گیا تھا آجکل وہ بہت مصروف رہنے لگا تھا۔ احمر اور مصطفی صاحب معمول کے مطابق آفس گئے

ہوئے تھے فلزہ اور سنیعہ بیگم کو کسی رشتہ داری کی طرف جانا تھا انہوں نے دانیہ کو جانے کا بولا تھا مگر وہ صاف انکار کر گئی تھی وہ گھر پہ شیرو کے ساتھ ہی خوش تھی۔

آجکل دانیہ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے سب لوگ اس سے کچھ چھپا رہے ہیں کل بھی جب احمر بھائی سمیت لاونج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے مگر جیسے ہی دانیہ اندر گئی تو سب چپ ہو گئے تھے۔ کل معیز بھی آیا تھا تو ہنستا کھکھلاتا ذو معنی باتیں کرتا چلا گیا تھا۔ دانیہ نے ابھی شیرو کو سلا کے بیڈ پہ لٹایا ہی تھا کہ کنول اندر آئی تھی۔

"دانیہ باجی باہر کوئی مہمان آئیں ہیں۔" کنول نے اندر آ کے دانیہ کو بولا تھا۔

"کون ہیں؟ اس وقت کون آ گیا گھر پہ بھی کوئی نہیں ہے۔" دانیہ نے موبائل اٹھا کے ٹائم دیکھا دوپہر کے تین بجے کا وقت ہو رہا تھا۔

"میں پوچھا تھا وہ کہہ رہی تھیں کہ ولید مصطفی کو بلا دیں ان سے ملنا ہے۔ بڑی ہی پیاری باجیاں ہیں دو۔ کیا پیارا میک اپ ہے اور اتنی ماڈرن لگ رہی ہے۔ میں ان۔۔" کنول شروع ہو چکی تھی مگر دانیہ کا دماغ پیاری اور ولید مصطفی کو بلا دیں ان دو باتوں پہ ہی اٹکا ہوا تھا۔

"تو کیا جس بات کا ڈر تھا وہی ہونے جا رہا ہے۔" دانیہ کا حلق خشک ہوا تھا۔

"چلیں بھی دانیہ باجی۔" کنول نے اسکا کندھا ہلایا تھا۔

"ہاں۔۔۔ ہوں۔۔ میں آ رہی ہوں۔" دانیہ نے خود کو سنبھالا اور ڈوپٹہ لے کے لاونج کی طرف چل پڑی جہاں مہمان انتظار کر رہے تھے۔

"اسلام علیکم۔" دانیہ نے لاونج میں داخل ہوتے ان دو نئے چہروں کو سلام کیا تھا جو دونوں کی خوش شکل لڑکیاں تھیں۔ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ ماڈرن بھی تھیں۔ ایک نے بلیک کرتہ اور کیپری زین تن کہی ہوئی تھی بال سٹریٹ تھے اور کھلے چھوڑے تھے۔ اور عمر لگ بھگ چھبیس کے قریب لگ رہی تھی دوسری لڑکی نے بھی پینٹ کے ساتھ کرتہ پہن رکھا تھا اور میک اپ مہارت سے کیا ہوا تھا وہ بیس کی لگ رہی تھی۔

"وعلیکم اسلام۔ جی ہمیں ولید مصطفی سے ملنا ہے۔" ایک لڑکی نے بات کا آغاز کیا تھا جو چھبیس کی لگ رہی تھی۔

"کیوں۔۔ نہیں میرا مطلب تھا آپ انکے آفس کیوں نہیں گئیں۔" دانیہ کو سخت برا لگا مگر ضبط کر گئی۔

"ہمیں انہوں نے گھر کا اڈریس ہی دیا ہے۔ میرا نام عالیہ ہے اور یہ میری چھوٹی بہن مہک ہے۔" وہی لڑکی دوبارہ بولی اور اپنا تعارف کروایا۔ دانیہ کو تو پہلے ہی غصہ آیا ہوا تھا۔

"خاص ہونگی ناں اسلئے گھر کا اڈریس دیا۔ مجھے کیا۔" دانیہ نے تلخی سے سوچا۔

"کس سلسلے میں ملنا چاہ رہی ہیں آپ۔" دانیہ نے ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا تھا۔

"میرے خیال میں آپکو پتہ نہیں ہے کہ وہ لائر ہیں۔ پچھلے تین سال سے وہ کراچی میں ہی تھے ہماری کالونی میں۔" ہما پھر بولی تھی۔

"تبھی لگ گئے وہاں اتنے سال۔" دانیہ کا حلق خشک ہو گیا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔" دانیہ بدقت بولی تھی۔

"جی ہم لوگوں کو کچھ عرصے سے کچھ لوگ تنگ کر رہے تھے۔ یو نو ہراسمنٹ۔ تو ولید ہمارا وہ کیس دیکھ رہا ہے۔" ہمانے اب بے تکلفی سے ولید کا نام لیا تھا یا دانیہ کو ہی لگا۔

"مگر وہ کرائم کیسز کو ڈیل کرتے ہیں میرے خیال میں آپکو پتہ نہیں ہے۔" دانیہ نے بلا سوچے سمجھے ان بلاوں سے چھٹکارا پانے کو جھوٹ بولا تھا۔

"آپ کو یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ لوگ۔۔" دانیہ بول رہی تھی کہ تبھی ایک آواز ابھری تھی۔

"ارے آپ لوگ آگئی ہو۔ سوری میں لیٹ ہو گیا۔" ولید عجلت میں اندر آتا ان دونوں کو دیکھ کے بلند آواز بولا تھا۔ دانیہ کا دل دکھا۔

"ولید ہمیں بیس منٹ ہو چکے ہیں آئے ہوئے۔" ہمانے نزاکت سے کہا تھا۔

"سوری میں بس آجکل تھوڑا مصروف ہوں بس اسلئے۔ مگر آپکو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہو گئ۔ مہمانوں کو کچھ سرو کیا۔" ولید نے انکو کہتے ساتھ سرخ چہرے لئے بیٹھی دانیہ سے پوچھا تھا۔

"لا رہی ہے کنول۔" دانیہ بدقت کہتے اٹھی تھی۔

"یہ کون ہیں ولید۔" ہمانے اسکا پوچھ ہی لیا تھا۔

"یہ۔۔۔یہ میری کزن ہیں۔" ولید کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔ دانیہ اس تعارف پہ ایک لحظے کو ساکت ہوئی تھی۔

"اچھا اچھا۔" ہما آگے بھی کچھ بول رہی تھی مگر دانیہ نکلتی چلی گئی تھی لاونج سے۔

ناچاہتے ہوئے بھی دانیہ کو کچن میں آنا پڑا۔

"کنول مہمانوں کے لیے کچھ بنا کے انکو سرو کر دو۔" دانیہ نے بجھے انداز میں کہا تھا۔

"دانیہ جلدی کرو یار مہمانوں کو بھوک لگی ہو گی۔" ولید اندر آتے ہوئے بولا تھا۔

"کیوں بھوکے آئے ہیں گھر سے۔" دانیہ کو پہلے ہی غصے آیا ہوا تھا اب اس پر واہ پہ اور جلی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے مہمانوں کو ایسے کہتے ہیں۔" ولید نے اسکا تپا چہرہ دیکھ کے گھورا تھا۔

"کنول یہ لو جوس دے کے آؤ۔ بعد میں چائے کے ساتھ کباب پڑے ہیں وہ فرائی کر دینا، سینڈوچ بھی پڑے ہوئے ہیں اور ولید صاحب سے پوچھ کے اگر چاہیے ہو تو میرا گردہ اور دل بھی مہمانوں کو پیش کروا دینا۔" ہاتھ میں پکڑی ٹرے ٹیبل پہ پٹخی اور کہتی باہر نکل گئی تھی۔

"ارے ارے اسکو کیا ہوا ہے۔" ولید ایک لحظے کو اسکے اس ری ایکشن پہ پریشان ہوا تھا۔

"کنول جلدی لے آؤ ان لوگوں نے جانا ہے واپس پھر۔" ولید کہتے نکل گیا تھا اس سر پھری لڑکی کو سمجھنا ابھی مشکل تھا اور وہ کافی پھنسا ہوا تھا کاموں میں۔

دانیہ اپنے کمرے میں جاتے ہوئے ولید کے کمرے کے سامنے سے گزری تو غصے مزید عود آیا تھا۔ دھڑ سے دروازہ کھولتی وہ اندر داخل ہوئی اور اپنا غصے ہر چیز پہ نکالنا شروع کر دیا تھا وہ کمرہ جو تین سال مکین کی غیر موجودگی میں چمکتا رہا تھا۔ اب پانچ منٹ میں تہس نہس ہو گیا تھا۔

"کرو مہمان نوازیاں۔ واپس ہی کیوں آئے تھے پھر۔" دانیہ سلگتی چیخ رہی تھی۔ مہمانوں کو بھیجنے کے بعد ولید فریش ہونے کمرے میں آیا تھا آج صبح سے ہی وہ گھن چکر بنا گھوم رہا تھا کنسٹرکشن میں مصروف تھا کچھ کیسز میں الجھا ہوا تھا آج کراچی سے اسکی کلائنٹ نے بھی آنا تھا انکو گھر آنے کا بولا انکا مسئلہ حل کر کے اب پھر اسنے کسی میٹنگ کے لیے جانا تھا اوپر سے دشمن جان کا بگڑا موڈ وہ تھکا ہارا کمرے میں آیا مگر کمرے کی حالت دیکھ کے چکرا کے رہ گیا تھا۔

"یہ کیا ہوا۔" ولید صدمے سے چیخا۔ ہر چیز الٹ پلٹ ہوئی تھی۔ بیڈ شیٹ تکیے، فائلز ،وارڈروب کے کپڑے، پرفیومز کوئی بھی چیز اپنی اصل حالت میں نہیں تھی۔

ولید کا دماغ منٹ میں خراب ہو گیا تھا کون کر سکتا ہے بھلا گھر میں اسکے دانیہ اور کنول کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ کنول تو ہمت نہیں کر سکتی اتنی۔ تبھی ایک تپا لہجہ یاد آیا تھا۔

"اتنی ہمت بس میری مسز میں ہی ہے۔ تو کیا میری بیوی جیلس ہو رہی ہے کیا۔ لیٹس سی۔" ولید نے ہنستے ہوئے زیر لب کہا تھا۔ انہی قدموں وہ دانیہ کے کمرے کی طرف بڑھا دھڑ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تھا وہ ڈوپٹہ اتار کے صوفہ پہ لیٹی کم جھول زیادہ رہی تھی۔

دھاڑ کی آواز سے فوراً سیدھی ہوئی تھی۔ "آپ۔" وہ فوراً کھڑی ہوئی تھی۔

"ہاں میں۔" ولید نے دلچسپی سے اسکا سراپا دیکھا تھا جو اس وقت کھلے بالوں میں بغیر ڈوپٹے کے اسکے سامنے کھڑی تھی۔ کمرے میں روشنی کم تھی کیونکہ شیر و سو رہا تھا ۔اس مدھم روشنی میں اسکا وجود ولید کو بھلا

لگ رہا تھا۔

"آپ۔ آپ کو کوئی کام تھا۔۔ آپ جائیں میں آتی ہوں۔" دانیہ نے بوکھلاہٹ سے کہا تھا۔

"بیوی پہلی بار آپکے کمرے میں آیا ہوں تو نکال کیوں رہی ہیں۔" ولید نے اسکا ہاتھ کھینچ کے اسکو اپنے ساتھ لگایا تھا۔ دانیہ کی سانس اٹک گئی تھی۔ تبھی ڈوپٹے کا ہوش آیا تھا جو صوفے کے دوسرے سرے پہ پڑا تھا۔

"وہ کیا ہے ناں کہ کسی نے میرے کمرے کا بہت برا حشر کر دیا ہے۔ اب میں کیا کروں سوچا بیوی کے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔" ولید نے مدھم لہجے میں کہتے اسکے بالوں کو اسکے کان کے پیچھے کرتے ہوئے سرگوشی کی تھی اور اپنا سر بھی اسکی گال پہ ٹکا دیا تھا

گویا اپنی تھکن کم کر رہا ہو۔ دانیہ تو بے ہوش ہونے کو تھی۔ البتہ ولید کسی اور دنیا میں تھا۔

"مم۔۔ میں ٹھیک کر دیتی ہوں۔" دانیہ نے اسکو پرے کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ظاہر سی بات ہے جس نے کام بگڑا وہی ٹھیک کرے گا۔ ہاں ناں جاناں۔" ولید نے اب تھکن سے سرخ ہوتے آنکھوں سے اسکو دیکھا تھا جو سرخ پڑ چکی تھی۔

"نن۔ نہیں۔ میں تو کچھ نہیں کیا۔۔ میرا ڈوپٹہ۔" دانیہ نے چوری پکڑے جانے پہ صفائی دی اور اسکو پرے دھکیلا تھا۔

"محرم ہوں تمہارا۔" ولید نے اپنی پیشانی اسکی پیشانی سے ٹکرائی تھی۔ تین سیکنڈ بعد ولید کو اس پہ ترس آیا تھا۔

"جاناں دس منٹ ہیں آپکے پاس میرا کمرہ صاف ہو جائے۔ ورنہ آپ جانتی ہیں مجھے۔" ولید اسکو گھورتے ہوا بولا تھا اور اسکے حالت پہ ترس کھاتے اسکو چھوڑ باہر نکل گیا تھا۔ دانیہ اس صورتحال پہ ابھی تک حیران کھڑی تھی۔

"دانیہ بیٹا آج ولید کی کلائنٹس ڈنر پہ آرہی ہیں۔ تو زرا اہتمام کر لینا۔ بڑی پیاری بچیاں ہیں۔" سنیعہ بیگم نے ٹی وی دیکھتے دانیہ کو مخاطب کیا تھا۔ دانیہ تو جل کے رہ گئی تھی اوپر سے سنیعہ بیگم نے تعریف کر دی تھی۔

"اب پھوپھو کو بھی وہ پیاری لگنے لگ گئی ہیں پہلے تو بس بیٹے کو ہی لگتی تھیں۔" دانیہ کا دل کٹا تھا۔

"دانیہ۔۔ کدھر گم ہو۔" سنیعہ بیگم نے کوئی جواب نے پا کے پھر پوچھا تھا۔

"جی پھوپھو سن رہی ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔" دانیہ نے انکو تسلی دی تھی۔ ولید صاحب تو آجکل گھر ہی نہیں ٹک رہے تھے۔

"کہاں گئی وہ محبت سب ڈرامہ تھا۔ ایک بار بھی دوبارہ آ کے اس انسان نے بات نہیں کی۔ بس یہی تک تھا ڈرامہ۔" دانیہ نے تلخ لہجے میں سوچا تھا۔

"اب تو نئی مصروفیات میں مگن ہونگے صاحب۔" دانیہ کا دماغ اپنی تاویلوں میں مگن تھا۔ رات کو ایک پر تکلف ڈنر تیار تھا۔ کنول دانیہ اور فلزہ کی محنت سے۔ ہما اور مہک آ چکی تھیں۔ سب باتوں میں مگن تھے۔ دانیہ چپ چاپ ٹیبل پہ برتن لگا رہی تھی۔

"یار لڑکیوں کو ہوٹل میں کیوں رہنے دیا تم گھر رکھ پہ کمرہ ریڈی کروا لیتے۔" احمر نے پاس بیٹھے ولید سے کہا تھا۔

"ان لڑکیوں کا کمرہ تو گھر میں ریڈی ہو جانا تھا بھائی مگر آپ کے اس بھائی کا کمرہ گھر سے باہر جانا تھا۔ کیوں مجھے ذلیل کروانا ہے میری بیوی کے ہاتھوں۔" ولید کی نظریں شیشے کے پار کام کرتی سنجیدہ سی صورت لئے دانیہ پہ تھیں جو ایک سیکنڈ میں اس سٹون مین کا دل دھڑکا دیتی تھی۔

"کیا مطلب۔ یہاں دانیہ کا ذکر کیوں۔" احمر الجھا تھا۔

"سارا اسکی کا ذکر ہے بھائی اب تو۔ اسکی ملکیت ہوں میں۔ اسکو لگتا اس سے مجھے کوئی چھین لے گا۔ جس دن سے ہمالوگ آئے ہیں جلی بھنی گھوم رہی ہے۔" ولید نے احمر کو ہنستے ہوئے بتایا تھا۔

"کچھ شرم کرو پھر تم۔ کیوں اسکو مزید تنگ کر رہے ہو۔ جا کے بات کرو۔" احمر نے اسکو شرم دلائی تھی۔

"میں سوچا اب اکٹھا ہی اظہار سنوں اور سناؤں گا رخصتی والے دن۔" ولید نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اگر زندہ رہے میرے ہاتھوں تب۔" احمر نے اسکو گھورا تھا۔ ولید ہنسا تھا۔

"آجائیں سب کھانا لگ گیا ہے۔" کنول نے اندر آ کے اطلاع دی تھی۔ سبھی ہی کھانے کے لیے اٹھ گئے تھے۔ فلزہ شیرو کو سنبھال رہی تھی کنول اور دانیہ کھانا سرو کر رہی تھیں۔

کھانا اچھے ماحول میں کھایا گیا۔ مصطفی صاحب کھانے کا بعد اپنی کمرے میں چلے گئے تھے اور سنیعہ بیگم نماز پڑھنے۔

دانیہ کو مجبورا انکے پاس بیٹھنا پڑا۔ احمر ولید اور دانیہ اب انکے پاس بیٹھے تھے۔ احمر مہک کو اپنے آفس ورک کا بتا رہا تھا۔

"ولید نے بتایا تھا کہ آپ انکی کزن ہیں۔" ہما پاس بیٹھی دانیہ سے بولی تھی۔

"جی ہیں دور پرے کی کزن ہوں۔

دراصل میرے ہسبنڈ مجھے چھوڑ چکے ہیں ناں تین سال پہلے ہی تو ان کے در پہ پڑی ہوں۔" دانیہ نے کہا تھا۔

کاری وار تھا ولید کا سینہ چھلنی ہوا۔

"ایکسیکوزمی۔" اس سے مزید ہمت نہیں تھی دانیہ کی۔ معذرت کرتی اٹھی تھی۔ صبر کا پیمانہ ولید کا بھی چھلک پڑا تھا ایک منٹ ضائع کئے بغیر وہ دانیہ کے پیچھے گیا تھا۔ جو کچن میں اب پناہ لے چکی تھی۔ ولید نے جارحانہ انداز میں اسکی کلائی کو پکڑا تھا۔

"یہ کیا بکواس کر کے آئی ہو۔" ولید کی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو گئی تھیں۔

"میں تو کچھ نہیں کہا۔ آپ نے خود ہی بولا تھا کزن ہے میری۔ میں بھی وہی بولا ہے بس کچھ سچائی بتادی ہے۔" دانیہ نے بھی نڈر انداز میں کہا تھا۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا میں تو وہ بات یونہی کر دی۔" ولید نرم پڑا تھا۔ اسکا مذاق اب اسکے لیے جان لیوا ثابت ہو رہا تھا۔

"ہاں ناں آپکی کسی بات کا مطلب تھوڑی ہوتا ہے نکاح بھی یونہی کیا۔۔ تین سال پہلے چھوڑ کے بھی یونہی چلے گئے۔۔۔ اب واپس بھی یونہی آ گئے ہیں۔۔ میری ذات تو آپکے نزدیک ہے ہی کچھ نہیں۔" دانیہ کے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"دانیہ پلیز نہ کرو یہ سب۔" ولید نے اسکے آنسو صاف کرنے کو ہاتھ بڑھایا تھا جیسی وہ جھٹک گئی تھی۔

"آخر کتنا امتحان دوں میں اپنا۔ کیسے تمہیں یقین دلاؤں۔ کیوں میرے سے دور ہوتی جا رہی ہو۔" ولید بے بسی سے بولا تھا۔

"پاس کیا ہی کب آپ نے۔۔" دانیہ نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا تھا۔

"اب تو آ گیا ہوں ناں۔ ختم کرو یہ سب آسان کر دو میرے لئے زندگی۔" ولید آج اسکو ہر صورت میں منانا چاہ رہا تھا۔

"آپ بھی تو دل کے کہنے پہ آئے ہیں ناں واپس اب میری واپسی پہ مجھ پہ چھوڑ دیں ۔۔" دانیہ نے اسکے ہاتھ سے اپنے بازو چھڑوائے تھے۔ ولید کا بھی دماغ گھوم گیا تھا۔

"ٹھیک۔۔ ٹھیک ہے میں بھی اب تمہارے راستے میں نہیں آؤنگا ہے۔ اف تک نہیں کہوں گا۔ یاد رکھنا اب یہ راہ تم نے خود چنی ہے۔" ولید سرخ آنکھوں سے اسکو دیکھتا کہتا باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے زندگی ویران رہ گئی تھی۔

زندگی واپس اپنی ڈگر پہ نکل پڑی تھی۔ سب اپنی اپنی روٹین میں مصروف تھے۔ ولید نے دوبارہ دانیہ کو مخاطب نہیں کیا تھا۔ اسکو اسکے حال پہ چھوڑ چکا تھا۔ البتہ دانیہ اس پہ بوکھلا گئی تھی۔ وہ ولید کو دیکھ دیکھ کے اپنے دن رات گزارنے لگی تھی۔ سچ تو یہ تھا دل تو کب کا موم پڑ چکا تھا۔ مگر اب وہ ستمگر بھی بے رخی اختیار کر چکا تھا۔ دانیہ کو لگتا تھا اب بھی ولید اسکو پکارے گا تنگ کرے گا مگر کوئی پکار نہیں آتی تھی۔

ولید بھی صبح کا گیارات کو لوٹا کرتا تھا اتوار کو بھی تھوڑا ٹائم گھر والوں کے ساتھ گزار کے پھر غائب ہو جایا کرتا تھا۔

آج صبح جب سنیعہ بیگم نے ولید کے کراچی جانے کی خبر سنائی تھی دانیہ عجیب پاگل ہوئی گھوم رہی تھی۔

صبح سے بس دماغ میں سنیعہ بیگم یہی الفاظ گونج رہے تھے۔

"ولید بھی کراچی جارہا ہے۔ ہما سے کچھ کام تھا اسے۔ کچھ وقت لگے گا۔" سنیعہ بیگم مصطفی صاحب کو بتارہی تھیں۔ مصطفی صاحب کو چائے دیتی دانیہ یہ سن کر سن ہو گئی تھی۔

"کیوں جارہا ہے وہ کراچی؟

ہما سے کیا کام ہے اسے؟

اگر ہما نے دانیہ سے ولید کو چھینا لیا پھر کیا ہو گا؟

اگر اب وہ واپس نہ آیا؟

اگر ولید نے مجھے چھوڑ دیا؟

یہ سوالات اسکے ارد گرد باز گشت کر رہے تھے۔ اور وہ حواس باختہ گھوم رہی تھی۔ ابھی وہ کچن میں کھڑی تھی دودھ چولہے پہ پڑا گرم ہو رہا تھا۔ مگر اسکے دھیان کے سارے دھاگے کہی اور الجھے ہوئے تھے۔ تبھی ولید پانی پینے کچن میں آیا تھا مگر وہ کہاں متوجہ تھی۔ بے دھیانی گرم برتن کو کپڑے سے پکڑنے کی بجائے ہاتھ سے پکڑ

لیا تھا تو توازن ہلا اور گرم دودھ ہاتھ پہ پڑا تھا وہ درد سے چیخی اٹھی تھی اسکی چیخ پہ کچن میں پانی پیتا ولید تیزی سے اسکی جانب بڑھا تھا۔ اس سے پہلے کہ باقی دودھ اسکے پاؤں پہ گرتا ولید نے اسکو کھینچ کے سائیڈ پہ کیا تھا دودھ کے گرم کرتے ولید کے پاؤں پہ گرے سرخ کر گئے تھے مگر وہ دانیہ کی طرح متوجہ تھا۔

"تمہارا دھیان کہاں ہے۔" ولید چیخا تھا اور اسکا سرخ پڑتا ہاتھ پانی کے نیچے کیا تھا جہاں ابلے نمایاں ہو رہے تھے دانیہ بس رونے میں مگن تھی اب ہچکی بندھ گئی تھی کچھ پہلے ہی وہ پریشان تھی اب اس تکلیف پہ وہ اور رو دی تھی۔

"اپنی بے دھیانی میں تم نے بڑا نقصان کروالینا تھا۔" ولید نے اسکو گھورا تھا۔ اگر دودھ پاؤں پہ بھی گر جاتا تو کام تکلیف زیادہ بڑھ جانی تھی۔

"نقصان تو ہو گیا ہے۔" دانیہ ہچکی لیتے بولی تھی۔

"زبان بند کر لو اپنی دانی میں کہہ رہا ہوں۔ میرے غصے کو مزید ہوا نہ دو۔" ولید نے گھورتے ہوئے اسکا دماغ ٹھکانے لگایا تھا۔

"چپ چاپ یہاں بیٹھو۔ برنال لگانے دو مجھے۔ نقصان کا مطلب بھی پتہ ہے تمہیں ۔ باتیں کرتی ہو نقصان کی۔" ولید نے اسکا ہاتھ پکڑا اور ڈپتے ہوئے کریم لگا رہا تھا۔ دانیہ نے روتے ہوئی اپنا ہاتھ کھینچنا چاہ تھا مگر ولید کی زبردست گھوری نے اسکو ساکت کر دیا تھا۔

"سیدھی کمرے میں جاؤ۔ مجھے اب باہر نظر نہ آنا۔ ورنہ اٹھا کے اپنے کمرے میں لے جاؤں گا۔" ولید نے سخت لہجے میں کہا تھا وہ کہی سے بھی رعایت دینے کی موڈ میں نہیں تھا۔ دانیہ منہ بسورتی کمرے کی جانب چل دی تھی۔

ولید نے اسکے جانے کے بعد اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

دانیہ کمرے سے نکلی تو ہر طرف اندھیرا تھا۔ کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"کہاں چلے گئے ہیں سب۔" دانیہ نے لاونج میں آکے آواز دی تھی مگر وہاں کوئی ہوتا تو جواب دیتا۔

"کہاں چلے گئے ہیں سب۔۔ احمر بھائی، مصطفی انکل، پھوپھو۔" دانیہ آواز دیتی اندر کیطرف بڑھی تھی۔

کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ دانیہ کا دل دھڑکا۔ وہ پاگلوں کی طرح سب کے رومز چیک کر رہی تھی کوئی بھی نہیں تھا۔

"سب چلے گئے ہیں۔ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔" دانیہ پاگلوں کی طرح گھر میں بھاگ رہی تھی۔

"ولید۔۔ ولید کہاں ہیں آپ۔ ولید مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پھوپھو بھی نہیں گھر۔۔" ولید کا کمرہ بھی خالی منہ چڑا رہا تھا۔

"ولید کیا واقعی چلے گئے مجھے چھوڑ کے۔" دانیہ نے کمرے میں جا کے خالی وراڈروب کو چیک کیا تھا جہاں چند ایک چیزیں پڑی تھیں باقی خالی تھی۔

"فلزہ بھابھی۔۔ ولید کہاں ہیں انکے روم میں انکے کپڑے بھی نہیں ہیں۔" دانیہ پاگلوں کی طرح آوازیں دیتی پوچھ رہی تھی۔ کبھی ایک کمرے میں جاتی اور کبھی دوسرے میں سارا گھر یکدم اندھیرے میں دوب گیا تھا۔

"ولید۔۔" دانیہ چیخی تھی۔ کمرے میں آتا ولید جو اس جو دیکھنے آیا تھا یکدم اسکی طرف بڑھا تھا جو نیند میں روتے ہوئے اسکو پکار رہی تھی۔

"ولید۔" چیخ کے ساتھ دانیہ اٹھ گئی تھی۔ تبھی ولید نے اسکو آگے بڑھ کے اپنی گرفت میں لیا تھا۔

"دانیہ۔" ولید نے اسکے پسینہ پسینہ ہوتے روتے وجود کو خود میں بھینچا تھا۔

"و۔۔۔ ولید آپ۔۔۔ آپ مم۔ مجھے چھوڑ کے چل گئے تھے۔ میں میں آپکو ڈھونڈ رہی تھی۔" دانیہ روتے ہوئے اسکے ساتھ لگی اسکو بتا رہی تھی اس پل ہر ناراضگی کہی بہت دور تھی۔ اس وقت دانیہ اسکو کھونے کی خوف میں ہر نزدیکی اور ناراضگی کو بھلائے اسکے سینے سے لگی ہوئی تھی۔

"بس بس۔۔ میں ادھر ہوں۔ تمہارے پاس۔۔ یہ دیکھو۔۔" ولید نے سر پہ بوسہ دیتے اسکو اپنے سامنے کرنا چاہ مگر وہ اسکے لیے تیار نہ تھی۔ ولید دھیرے سے ہنس پڑا تھا۔

"سب چلے گئے تھے میں اکیلی رہ گئی تھی۔ میں سب کو آوازیں دے رہی تھیں۔ آپکو بھی اتنی آوازیں دے رہی تھی۔" دانیہ پھر رو پڑی تھی۔

"میری جان میں ادھر ہی ہوں۔ سب ادھر ہیں کچھ بھی نہیں ہوا یہ صرف ایک برا خواب تھا۔" ولید نے اسکو کہتے ہوئے پیار سے الگ کر کے اسکا چہرہ سامنے کر کے اپنے ہاتھوں میں لیا تھا جو ڈری سہمی ایک بچی لگ رہی تھی۔ دانیہ مزید اسکے قریب ہو کے بیٹھی اور اسکی شرٹ کو مٹھیوں می بھینچ لیا تھا کہ کہی وہ دور نہ چلا جائے۔ ولید اسکے اس ڈر پہ شرمندہ بھی ہوا تھا۔

"آپ پہلے وعدہ کریں آپ کراچی نہیں جائے گے ناں۔ بلکل کہی بھی نہیں جائے گے۔" دانیہ نے ولید کو اصل مدعے کی بات کہی تھی۔

"میں کہی بھی نہیں جا رہا یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہلوں گا۔ بس اب ریلیکس ہو جاؤ۔ یہ پانی پیو۔" ولید نے اسکو ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کے دیا تھا۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے دو گھونٹ پلائے تھے۔

"اب مجھے تنگ کرو گی۔؟ میری ساری باتیں مانوں گی ناں۔" ولید نے فرمانبرداری بنی دانیہ کا روپ آنکھوں میں سموتے کہا تھا۔

"نہیں کرونگی کبھی بھی نہیں کرونگی۔" دانیہ نے جھٹ کہا تھا۔ ولید نے نرمی سے اسکو اپنے قریب کیا تھا اور اسکے ماتھے پہ بوسہ دیا تھا۔ دانیہ اپنے حواسوں میں واپس آ رہی تھی۔ اتنی قربت پہ پیچھے ہٹی۔

"دیکھو تم پھر واپس وہی خونخوار دانی بن رہی ہو۔ میں چلا جاؤں گ۔" ولید نے اسکو پیچھے کھسکتے دیکھا تو بولا تھا۔

"نہیں نہیں۔ آپ کہی نہیں جائے گے۔" دانیہ نے اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے اپنا سر اسکے سینے پہ رکھا تھا۔

"تمہاری ساس میری پیکنگ کر رہی ہیں انکو کیا جواب دونگا کہ مما میں نہیں جا رہا کہی بھی آپکی بہو مجھے ایک انچ بھی ہلنے نہیں دے رہی۔" ولید نے دانیہ کے گرد حصار قائم کرتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔

"آپ کا دل زیادہ نہیں کر رہا جانے کو۔ اس ہما کے پاس۔" دانیہ بھی بگڑی تھی۔

"خدا کو جانو یار۔ میرے دل اب میرے پاس ہے ہی نہیں تو کیا اسکی چاہ۔ سب پہ آپ قبضہ کر کے بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس ہما کو میں تین سال پہلے ہی بتا چکا تھا کہ میں بیوی والا ہوں۔ اور بیوی بھی وہ جو بھی مہنگی پڑی ہے مجھے۔" ولید نے دانیہ کے خدشوں کو اپنے انداز میں دور کیا تھا۔ اور اسکا ہاتھ پکڑ کے اپنے دل والی جگہ پہ رکھا تھا۔

"یہاں سنو۔ صرف ایک دھڑکن ہی سنے گی جو ہے دانی کے ولی کی۔ ولی کی دانی ۔" ولید نے دانیہ کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ دانیہ کو اپنے ہاتھ میں اپنا دل بھی دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا۔ نم آنکھوں سے اسنے ولید کی طرف دیکھا تھا۔

"میں نے آپکو بہت مس کیا۔" دانیہ بچوں سی روہانسی شکل بنا کے بولی تھی۔

"بے بی گرل۔ میں تمہیں زیادہ مس کیا تھا۔ سوری فار آل مائے مسٹیکس۔" ولید نے اسکو بچوں جیسا منہ بناتے دیکھا تو بولا تھا۔

"اچھا سنو ایک بات بتانی تھی۔" ولید نے سرگوشی کی تھی۔

"جی سنائیں۔" دانیہ نے آہستہ آواز میں کہا تھا اور اسکے حصار سے نکلنا چاہ مگر ولید نے ایسا کرنے نہیں دیا۔

"آئی لو یو۔" ولید نے سرگوشی کی تھی۔ دانیہ منمنا بھی نہ سکی۔

"سنو ایک اور بات بتانی تھی۔" ولید نے پھر بند آنکھوں سے سرگوشی کی تھی۔

"جی سنائیں۔" دانیہ بدقت منمنائی۔

"اس ہفتے تمہاری رخصتی کروا رہا ہوں میں۔ اور اتوار کو ہمارا ولیمہ ہے۔" ولید نے اگلی سرگوشی کی تھی۔

"کیا۔" دانیہ اچھل پڑی تھی۔ اور اسکو حصار توڑی دور ہٹی تھی۔

"دیکھو دوبارہ سے نہ شروع ہو جانا۔ اب کہ نہ میں جاؤں گا نہ تمہیں سمجھاؤں گا۔ بلکہ تمہارا دماغ درست کر دونگا۔ پیار اکانا جائزہ فائدہ نہ اٹھاؤ۔" ولید نے اسکو آنکھیں نکالی تھیں۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو کہہ رہی تھی کہ اتنی جلدی۔" دانیہ اسکے غصے سے ڈرتی بولی تھی۔

"کیا تمہیں یہ جلدی لگ رہا ہے۔ افف کہاں سر پھوڑو میں جا کے اپنا۔" ولید تاسف سے کہتا اسکی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا تھا۔

"آپ رخصتی کے بعد بھی ایسے ہی ڈانٹا کریں گے مجھے۔" دانیہ نے منہ بنا کے پوچھا تھا۔

"زیادہ پیار کیا کرونگا۔ ڈانٹ تمہاری الٹی حرکتوں پہ لازمی پڑا کرے گی۔" ولید نے بھی جواب دیا تھا۔

"ولید آپ بہت برے ہیں۔" دانیہ نے نم آنکھوں سے شکوہ کیا تھا۔ ولید جھٹ اٹھا تھا۔

"میری مجال جو تم سے اونچی آواز میں بات بھی کرلوں۔ چھوٹی چھوٹی بات پہ آنکھیں نم نہ کیا کرو تمہارا ولید تڑپ جاتا ہے۔" ولید نے اسکی آنکھوں کو اپنے انگوٹھوں سے صاف کرتے ہوئے سچائی بیان کی تھی۔

"ہاں البتہ پیار کرنے سے اگر منا کرو گی تو بہت ڈانٹ پڑے گی بلکہ لڑائی بھی ہوا کرے گی۔" ولید نے آنکھ دباتی ہوئے کہا تھا۔

"ولی آپ پورے جن ہیں۔ فضول بات نہ کریں مجھ سے۔" دانیہ نے اسکو پاس پڑا تکیہ مارا تھا۔

"پھوپھو آپ۔۔" دانیہ نے دروازہ میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ولید بھی ایک منٹ ضائع کئے بیڈ کی دوسری طرف اترا تھا۔ دانیہ بھاگ کے درازے سے کی طرف گئی تھی۔ وہاں دانیہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"دانیہ واپس آؤ مجھے بہت باتیں کرنی ہیں تم سے۔" اس چیٹنگ پہ ولید چیخا تھا۔

"اب ہفتے کو ملاقات ہو گی۔" دانیہ کہتے باہر کو بھاگی تھی۔ پیچھے ولید کھل کے ہنسا تھا اور خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

اب ہر طرف بہار ہی بہار تھی۔ کیونکہ اب جشن بہاراں ہے۔

ختم شد

https://www.classicurdumaterial.com/
Support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial